

ستمبر ۲۰۲۵ء

ماہنامہ

ارمغان ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)
www.armughan.net



ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۳ شمارہ ۹ ستمبر ۲۰۲۵ء مطابق ربیع اوّل ۱۴۴۷ھ

مدیر
وصی سلیمان ندوی

پتہ
دفتر ارمغان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-9528157338
9548893624 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

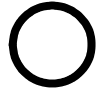
زرتعاون

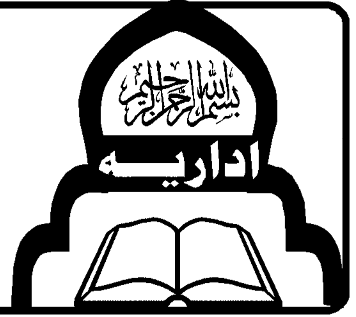
❖ فی شمارہ 35 روپئے ❖ سالانہ 400 روپئے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 700 روپئے
❖ اعزازی تعاون 1000 روپئے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000 روپئے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس


اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **ستمبر** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔



سیرت نبوی کا پیغام

مشہور امریکی مصنف مائیکل ایچ ہارٹ کی شہرہ آفاق کتاب 'دی 100' عرصہ دراز سے اہل علم کے درمیان موضوع بحث رہی ہے، اس کی وجہ اس انگریز مصنف کا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی تاریخ کی عظیم ترین شخصیت قرار دینا ہے، مصنف کا اصرار ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تاریخ پر جو غیر معمولی اثرات ڈالے، وہ پوری دنیا کی کسی بھی دوسری مذہبی یا غیر مذہبی شخصیت نے نہیں ڈالے۔ مصنف نے آپ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''آپ ﷺ انسانی تاریخ کی واحد شخصیت ہیں، جو مذہبی اور دنیوی ہر سطح پر انتہائی کامیاب رہے۔

اگر علمی اور تاریخی طور پر دیکھا جائے، تو اس بیان میں سو فیصد صداقت نظر آتی ہے، پیغمبر انسانیت، اور ان کی انقلاب انگیز تعلیمات نے زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا ہے، اور ہر میدان میں اپنی عظمت و برتری کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان کے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ ''مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کے بجائے خدا پرستی کس نے قائم کی؟ اعتقادیات کو توہمات کے بجائے حق کی بنیاد کس نے عطا کی؟ سائنس میں فطرت کی پرستش کے بجائے فطرت کو مسخر کرنے کا سبق کس نے دیا؟ سیاسیات میں نسلی شہنشاہیت کے بجائے عوامی حکومت کا راستہ کس نے دکھایا؟ علم کی دنیا میں خیال آرائی کے بجائے حقیقت نگاری کی طرح کس نے ڈالی؟ سماج کی تنظیم کے لئے ظلم کے بجائے عدل کی بنیاد کس نے فراہم کی؟ جواب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں انسانیت کو پیغمبر اسلام ﷺ سے ملیں۔'' (پیغمبر انقلاب، صفحہ 7)

ربیع الاول کی آمد آمد ہے، اس موقع پر ایک بار پھر، دنیا بھر کے مسلمان اپنے محبوب نبی کو خراج عقیدت پیش کرنے کی تیاری کرتے دکھائی دیں گے، اس مہینہ میں خاص طور پر سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کی بہار آ جائے گی، اور قدم قدم پر ان کی عظمت کے ترانے اور نغمے گائے جائیں گے۔ اس مناسبت سے ضرورت ہے کہ ہم ان قربانیوں پر بھی ایک نظر ڈالیں، جن کے نتیجے میں یہ شاندار فتوحات، اور یہ انقلابی کارنامے حاصل ہوئے۔ ذرا تصور کیجئے، مکہ کے تپتے ہوئے ریگ زاروں کا، جن پر اصحاب رسول کو لٹایا جاتا تھا، اور جن کے سینوں پر گرم اور وزنی پتھر رکھ دیئے جاتے تھے۔ نظر ڈالئے حضرت خبیبؓ کے سراپا پر، جنھیں ایک ستون پر لٹکا دیا گیا، اور نوجوان اُن پر تیروں کی بارش کر رہے ہیں، حضرت خبابؓ ابن ارت کی پیٹھ کھول کر دیکھئے، جس پر آگ کے انگارے چپک گئے تھے، اور پیٹھ کا رنگ سفید پڑ گیا تھا، یہ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ ہیں، جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں خود ان کے بھائی کے ہاتھوں لہولہان کر دیا گیا تھا، یہ شعب ابو طالب کا منظر ہے، جہاں سے بچوں کے رونے اور بلبلانے کی کربناک آوازیں آ رہی ہیں، دو چار ہفتے، مہینے نہیں، بلکہ پورے تین سال تک اللہ کے رسول اور ان کے فدائیوں

کا بائیکاٹ کر دیا گیا ہے، اوران پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

اس سلسلہ میں ہمیں سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے، اسے گھر گھر پہنچانے، اوراس کی اتباع کے لئے مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر ایک مسلمان اپنے نبی کی عظمت کو کیسے سمجھ سکے گا، اس کے بغیر آپ ﷺ کو اسوہ حسنہ، اور کامل نمونہ کیسے بنا سکے گا، اور زندگی کے ہر میدان میں اس سے رہ نمائی لینے پر کیسے قادر ہوگا۔ جب حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں داعی برحق ہیں، وہیں انسانِ کامل بھی ہیں، آپؐ شوہر بھی ہیں، آپؐ باپ بھی ہیں، آپؐ خسر بھی ہیں، آپؐ داماد بھی ہیں، آپؐ تاجر بھی ہیں، آپؐ قائد بھی ہیں، آپؐ مجاہد بھی ہیں، آپؐ غازی بھی ہیں، آپؐ سپہ سالار بھی ہیں، آپؐ مظلوم بھی ہیں، آپؐ مہاجر بھی ہیں، آپؐ نے زخم بھی کھائے، آپؐ نے مشقت بھی جھیلی، آپؐ نے بھوک بھی برداشت کی، آپؐ نے بکریاں بھی چرائیں، آپؐ نے سیادت بھی فرمائی۔ آپؐ نے معاملات بھی کیئے، آپؐ نے لین دین بھی فرمایا، آپؐ نے قرض بھی لیا، آپؐ نے ایک انسان کی حیثیت سے معاشرہ کا ہر وہ کام کیا جو ایک انسان فطری طور پر کرتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو نمونہ بنائے بغیر کوئی انسان، نہ ایک کامیاب باپ، شوہر، خسر، داماد، تاجر وسپہ سالار بن سکتا ہے، اور نہ حق تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر سکتا ہے۔

ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ آج ہم نے اپنا سبق بھلا دیا ہے۔ ہم بحثیت امت، اور ایک ملت کے، جس مقصد کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں، اس کی طرف ہماری توجہ نہیں رہی، ہمیں دین وشریعت کا محافظ ہونا تھا ہم خود اس کے دشمن بن گئے ہیں۔ پوری دنیا میں مسلمان حالات ومسائل کے نرغے میں ہیں، ہر طرف مشکلات کا سامنا ہے۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، اغیار دن رات ہماری داستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش میں لگے ہیں، انسانوں کو انسانیت کا درس دینے والے خود بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ جس قوم کی سچائی اور پاک بازی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں، آج انہیں گالیاں دی جارہی ہیں۔ آخر عروج کی بلندیوں پر پہنچ کر زوال کی ان گہرائیوں میں گرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ اس کی بنیادی وجہ، دین سے مہجوری، اسلام سے بیزاری اور سنت وشریعت سے دوری ہے۔

ماہ ربیع الاول اور سیرت النبی ﷺ کا پیغام یہ نہیں کہ ہم فقط جلسہ وجلوس کریں ایک دو تقریبات منعقد کریں، اور خوش ہو جائیں کہ ہم نے ان کی محبت کا حق کر دیا، اوران کی راہ میں کچھ لمحات قربان کر دیئے۔ بلکہ سیرت کا اصل پیغام یہ ہے کہ ہم دین وشریعت کے پابند ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا بنیادی پیغام اس امت کے نام یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسوۂ حسنہ کے رنگ میں اپنے کو رنگ ڈالے، پھر آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی سربلندی کے لئے کفن باندھ کر کھڑی ہو، ان کی ایک سنت کے لئے کوشش کرے، اعلائے کلمۃ اللہ کی ہر جدوجہد، اور اشاعت اسلام کے لئے کی جانے والی ہر کوشش کے لئے جان کی بازی لگانے کا عہد کرے۔ اور جہاں سے بھی دین میں رخنہ پڑ رہا ہو، اور اسے مٹانے یا بگاڑنے کی ناپاک سازش کی جارہی ہو، اس کے خلاف سینہ سپر ہو جائے۔ ورنہ محض ولادتِ باسعادت کے موقع پر اظہار عشق ومحبت کر کے یہ سمجھنا کہ ہم نے محبت کا حق ادا کر دیا ہے، فریب نفس اور خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے!

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے   دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

وصی سلیمان ندوی

دین (اسلام) کا مزاج

اور اس کی نمایاں خصوصیات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ

دوسری بات یہ کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی (جن میں سے سرفہرست آں حضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے) دعوت و تبلیغ اور جہد و جہاد کا حقیقی محرک اور سبب، محض خدائے تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی طلب ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی تیز تلوار ہے، جو اس مقصد اعلیٰ کے علاوہ ہر مقصد کو کاٹتی اور نیست و نابود کر دیتی ہے پھر نہ متاع دنیا کی طلب رہتی ہے اور نہ ملک و دولت اور سلطنت و ریاست کی چاہت، نہ سربلندی اور عزت کی خواہش نہ غلبہ و اقتدار کی ہوس، نہ مال و منال اور عیش و تنعم کی تمنا، نہ غضب و انتقام کا جذبہ نہ جاہلی حمیت کا جوش، ان میں سے کوئی چیز بھی ان کو جدوجہد اور جہاد پر نہیں ابھارتی۔

یہ حقیقت سب سے روشن ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اس دعا میں جھلکتی ہے، جو آپ نے طائف میں اس وقت کی تھی، جب اہل طائف نے آپ کے ساتھ ایسا جفا کارانہ اور وحشیانہ برتاؤ کیا تھا، جس کی مثال دعوت و رسالت کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، آپ جس مقصد کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے، وہ بظاہر پورا نہیں ہوا، طائف کا ایک شخص بھی حلقہ بگوش اسلام نہ ہوا، اس نازک گھڑی اور سخت نفسیاتی حالت میں جو دعائیہ کلمات آپ کے دہن مبارک سے نکلے تھے، وہ یہ تھے:

اللّٰھم إلیک أشکو ضعف قوتی، وقلّة حیلتی، وھَوانِی علی النّاس،أرحم الراحمین، أنت رب المستضعفین، وأنت ربی، إلی من تکلنی ،إلی بعید یتجھمنی، أم إلیٰ عد وّملّکته أمری.

الٰہی! اپنی کمزوری بے سروسامانی، اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے میں فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے، اور میرا مالک بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کر رہے ہیں، کیا بے گانہ ترش رُو کے، یا اُس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔

اس نقطہ پر آ کر وہ نبوی مزاج جس کی پرورش و پرداخت دست قدرت نے کی تھی، پوری طرح جھلک اٹھتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

اِن لَم یَکُن بِکَ غَضَب عليّ فلا اُبالي غیر أنّ عافیتَک ھِي أوسَع لي. اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو مجھے بھی اس کی پروا نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ (زاد المعاد، ص ۳۰۲، السیرۃ النبویہ ابن کثیر ج ۲، ص ۱۵۰)

نوح علیہ السلام کو دیکھئے، جو اولوالعزم پیمبروں میں سے ہیں، اور جن کے بارے میں قرآن کریم کی شہادت ہے:

قَلَبِثَ فِیھِمْ أَلْفَ سَنَةٍ الاخمسین عاماً

وہ اپنی قوم میں پچاس برس کم ہزار برس رہے۔

(سورہ عنکبوت-۱۴)

جنھوں نے یہ طویل مدت دعوت و تبلیغ کے کام میں ہمہ تن مصروف رہ کر، اور لوگوں کو مطمئن کرنے کے تمام مناسب طریقے اختیار کر کے گذاری۔ قرآن خود اُن کا قول نقل کرتا ہے:

قَالَ إِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِی لَیْلا و نهاراً (سورہ نوح-۵)

نوح نے خدا سے عرض کی، کہ پروردگار میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔

آگے فرماتے ہیں:

ثُمَّ إِلِی دَعَوْتُهُمْ جهَا رَا، ثُمَّ اِنّی أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ أَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارا. (سورہ نوح-۸-۹)

پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا، اور ظاہر و پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔

لیکن اس طویل اور زہرہ گداز محنت اور جد وجہد کا نتیجہ کیا رہا؟

وَمَاآ مَنَ مَعَـهُ إِلَّا قَلِيـل (سورہ ہود-۴۰)

ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے۔

لیکن حضرت نوح علیہ وعلی نبینا السلام اس پر شاکی یا افسردہ خاطر نظر نہیں آتے، اور اپنی محنت کو رائیگاں نہیں سمجھتے، اور نہ اس سے خدا کے یہاں ان کے مقام، درجہ، قرب اور اولو العزم پیغمبر ہونے میں کچھ فرق آتا ہے، خدا اُن سے راضی تھا، اور وہ اپنے خدا سے راضی تھے۔ خدا کا پیغام انھوں نے خدا کے بندوں تک پہنچا دیا تھا، اور راہ خدا میں وہ کوشش کا حق ادا کر چکے تھے، جس کے انعام میں یہ تمغۂ قرآنی اُن کو ملا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْآخِرِينَ سَلٰمٌ عَلَى نُوحٍ فِی الْعٰلَمِينَ، إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِينَ، إِنَّهُ مِن عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ. (سورۃ الصافات- ۷۸-۸۱)

اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر جمیل باقی چھوڑ دیا، یعنی تمام جہان میں، نوح پر سلام ہو، نیکو کاروں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

قرآن کریم دعوت وتبلیغ اور جہد و جہاد کے میدان میں تمام کام کرنے والوں کو تعلیم دیتا اور یہ آداب سکھاتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا الَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِی الْأَرْضِ وَلَافَسَادًا، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

(سورہ القصص-۸۳)

وہ جو آخرت کا گھر ہے، ہم نے اسے اُن لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور انجام نیک پرہیزگاروں ہی کا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قوت وطاقت جس کے ذریعہ مسلمان احکام خداوندی کا نفاذ کر سکتا ہے، اور دعوت کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو ہٹا سکتا ہے، اور جس کے ذریعہ زمین میں فساد اور ظلم اور باطل کے غلبہ کی آگ بجھا سکتا ہے، مثالی اسلامی زندگی اور شریف ومتدین ایمانی معاشرہ کے لئے سازگار ماحول تیار کر سکتا ہے، وہ قابل توجہ اور لائق فکر و اہتمام نہیں۔ ہر گز نہیں۔ یہ تصور غیر اسلامی ہے، اور اُس رہبانیت کا پرتو ہے، جس کے لئے خدائے تعالیٰ نے کوئی دلیل اور سند نازل نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسان وانعام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمنوا مِنكُمْ وعَمِلُوا الصَّالِحاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْأَرْضِ، كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبلهم، وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِی ارتضٰی لَهُم، وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِم أَمْنًا يَعْبُدُ وَنَنِی، لا يُشْرِكُون بی شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔

(سورہ النور-۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم اور پائیدار کرے گا، اور خوف کے بعد اُن کو اَمن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے، اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔

یہ بھی ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتنَة ويَكُونَ الدِّين

کلّہ للہ (سورہ الانفال-(۳۹)

اوران لوگوں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

یہ بھی فرمایا گیا ہے:

اَلَّـذِينَ إِن مَكَّنّٰهُمْ فِى الْأَرض، أقَامُو الصّلوة وآتوا الزكوة وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوا عَنِ الْمُنكرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الأمور (سورہ الحج-۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں، تو نماز کو قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں، اور نیک کام کرنے کا حکم دیں، اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے سربلندی اور عزت وغلبہ کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس شرط پر کہ وہ ایمانی صفات سے متصف ہوں، اوران کا مقصد عمل صرف رضائے خداوندی ہو، نہ کہ عزت و اقتدار کا حصول اور اس کے لئے کوشش، کیونکہ عزت واقتدار نتیجہ ہے نہ کہ مقصد، انعام ہے نہ کہ غرض وغایت۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَهِـنُـوا وَلَا تَـحْـزَنُـوا وَأَنـتُـمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِين (سورہ آل عمران-۱۳۹)

اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا، اور نہ کسی طرح کا غم کرنا، اگر تم مومن (صادق) ہو، تو تمہیں غالب رہو گے۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ اس کی صراحت فرمائی ہے کہ خدا کی طرف سے اپنے بندے سے جس کا مطالبہ ہے، اور جو چیز اس کے یہاں کارآمد ہے، وہ قلب سلیم ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

يَوْمَ لا يُنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلامَنْ اتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (سورہ الشعراء-۸۸-۸۹)

جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا نہ اولاد، ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے

اِذْ جَاءَ رَبَّه بقلب سليم (الصافات-۸۴)

(جب وہ اپنے پروردگار کے پاس عیب سے پاک دل لے کر آئے)

اس لئے ہر اس چیز سے جو قلب سلیم کے منافی ہو، اور جس کے صنم ومعبود بن جانے کا خطرہ ہو، اور جو خدائے عزوجل کی محبت میں شریک وسہیم ہو، اس سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور اس سے ہر قیمت پر بچنا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَـه هَوَاه (سورہ الفرقان-۴۳)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إن الشيطان يجرى من ابن آدم مجرى الدم،

شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

دین کی تعمیری خصوصیت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام ان عقائد، دعوت وپیغام، اور شریعت کے بارے میں جس کو وہ لے کر آتے ہیں، بڑے غیور اور ذکی الحس واقع ہوتے ہیں، وہ کسی حال میں بھی (خواہ دعوت کی مقبولیت اور کامیابی کی مصلحت ہی کا تقاضہ کیوں نہ ہو) اس کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ اپنی دعوت اور شریعت میں کوئی ترمیم یا تغیر وتبدل گوارہ کرلیں، ان کے یہاں مداہنت اور تبدیلی موقف کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

فَاصْدَع بِمَا تُؤْمَرُ، وَ أَعْرِضْ عن المشركين

جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ سنا دو، اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو۔ (الحجر-۹۴)

نیز ارشاد ہے:

يا يُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ اليک مِن رَّبِّکَ، وَإِنْ

لَمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بلّغت رِسَالَتَهٗ، وَاللّٰهُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ .
(سورہ المائدہ-۶۷)

اے اللہ کے پیغمبر! جو ارشادات تم پر خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے، اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

نیز فرمایا:

وَدُّوا لَوۡتُدۡ هِنُ فَیُد هِنُون (سورہ القلم-۹)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو، تو یہ بھی نرم ہو جائیں

رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موقف، توحید بلکہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد، حتی کہ دین کے ارکان و فرائض کے بارے میں بھی لچک دار اور مصالحانہ موقف نہ تھا۔ (جو سیاسی قائدین کا، جو بزعم خود اپنے کو حقیقت پسند اور عملی انسان سمجھتے ہیں) ہر زمانہ میں طرہ امتیاز رہا ہے۔

شہر طائف کے فتح ہو جانے کے بعد، قریش کے بعد عرب کے دوسرے سر برآوردہ قبیلہ ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، اور یہ درخواست کرتا ہے کہ لات نامی صنم کو، جس کی وجہ سے طائف کو مکہ کے بعد مرکزیت اور تقدس حاصل تھا، تین سال تک اپنے حال پر رہنے دیا جائے، اور دوسرے اصنام کی طرح اس کے ساتھ معاملہ نہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاف انکار فرما دیتے ہیں، وفد کے لوگ دو سال، پھر ایک سال کی مہلت مانگتے ہیں۔ آپ مسلسل انکار فرماتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس پر اُتر آتے ہیں کہ ہمارے طائف واپس جانے کے بعد صرف ایک مہینہ کی مہلت دے دی جائے، لیکن آپ اُن کی آخری درخواست قبول فرمانے کے بجائے، ابوسفیان بن حرب (جن کی طائف میں رشتہ داری تھی اور قبیلہ ثقیف ہی کے ایک فرد مغیرہ بن شعبہ کو مامور فرماتے ہیں کہ وہ جائیں اور لات اور اس کے معبد کو ڈھا دیں۔ اہل وفد ایک درخواست یہ بھی کرتے ہیں کہ انھیں نماز سے معاف رکھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہیں۔

اس گفتگو سے فارغ ہو کر وہ اپنے وطن واپس لوٹتے ہیں، اور ان کے ساتھ ابوسفیان اور مغیرہ بھی جاتے ہیں، اور لات کو ڈھا دیتے ہیں اور پورے قبیلہ ثقیف میں اسلام پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پورا طائف مسلمان ہو جاتا ہے۔

(جاری.....)

نعتیہ اشعار

علامہ اقبال کی نذر عقیدت

کی محمد سے وفا تو نے ، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح وقلم تیرے ہیں

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کردے

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول ، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یاسیں، وہی طٰہٰ

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

تو غنی از ہر دوعالم ، من فقیر
روز محشر عذرہائے من پذیر
وَر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

سورۂ بقرہ کی چند آیات کی دعوتی تفسیر

ماہ رمضان المبارک کے قرآنی دروس کا سلسلہ

خطاب: ۲

مولانا محمد کلیم صدّیقی

اور جیسا کہ میں نے کل بھی یہ بات کہی تھی کہ بلاشبہ جس شخص کو، اللہ کے لئے بولنا اور اللہ کے لئے خاموش رہنا آجائے، وعظ ونصیحت صرف اسی کا حق ہے، کہ جب اللہ بلوائیں تو بولے، اور جب اللہ خاموش رکھیں تو خاموش رہے، پھر ایسے آدمی کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ اس کے منہ سے جو لفظ نکلتا ہے وہ من جانب اللہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں، ایسے لوگوں کی ذرا ذرا سی باتیں، چھوٹی چھوٹی سیدھی سادی نصیحتیں، زندگیوں میں ایسا انقلاب برپا کردیتی ہیں، جو دوسرے مقررین کی لمبی لمبی اور جوشیلی تقریریں بھی نہیں کر پاتیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس آدمی کے اندر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی ہے وہ دعوت کے کام سے رک جائے، اس لئے کہ شیطان دعوت سے روکنے کے لئے ہر طرح کے حربوں کو استعمال کرتا ہے، انہی حربوں میں سے ایک حربہ یہ بھی ہے کہ جب تک آدمی مکمل طور پر عمل کرنے والا نہ بن جائے، اسے دعوت اور وعظ ونصیحت کا کام نہیں کرنا چاہیے، لیکن قرآن کہہ رہا ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (الذاریات:۵۵)

کہ نصیحت کیجیے، نصیحت اہل ایمان کو فائدہ دیتی ہے

خواہ وہ کہنے والا ہو، یا سننے والا ہو۔ لہٰذا جب ہمیں اپنا سبق یاد کرنا ہے تو دوسروں کو سنانا پڑے گا، اسے بار بار دہرانا پڑے گا، دوسروں کو بتانا پڑے گا، اور ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ بھی یہ ہے کہ دوسروں کو دعوت دی جائے۔

چنانچہ جب آدمی اس لالچ میں وعظ ونصیحت کرتا ہے کہ اگر کچھ لوگ عمل پر تیار ہوجائیں گے، تو میرے کسٹمر بن جائیں گے، اور پھر یہ جتنا بھی عمل کریں گے، میرے نامہ اعمال اور میرے اکاؤنٹ میں اس کی کمائی جمع ہوتی رہے گی۔ تو ہر وقت آدمی کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ میرے کہنے کی وجہ سے کتنے لوگ عمل پر کھڑے ہوئے، لہٰذا اگر کچھ لوگ عمل پر کھڑے ہوجاتے ہیں، تو اس سے آدمی کا حوصلہ بڑھتا ہے کہ میرا بزنس اور کاروبار بڑھ رہا ہے، اور اگر کچھ فائدہ نہیں ہوا تو آدمی کو اس سے تکلیف ہوتی ہے

ہدایت و نتیجہ اللہ کے قبضہ میں ہے

اس پس منظر میں کل ایک چیز بتانا رہ گئی تھی، میں چاہتا ہوں کہ آج وہ آپ کو بتا دوں، میرے حضرت والا مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ اپنے کام کو مفید بنانے کے لئے ایک عجیب گُر اور نسخہ بتایا کرتے تھے، مگر میں حضرت والا کا وہ گر اور نسخہ بتانے سے پہلے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

دیکھئے کسی آدمی کا عمل پر آمادہ ہوجانا، یا کسی آدمی کا برائی سے رُک جانا، اسے کہتے ہیں ہدایت، یا اسے آپ نتیجہ سمجھ لیجئے، اور ہدایت ہو یا نتیجہ۔ یہ دونوں چیزیں اللہ نے اپنے قبضے میں رکھی ہیں، میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کی وجہ سے دنیا میں خیر آجائے، اس کی وجہ سے کفر وشرک کا اندھیرا دور ہوجائے، میں جسے دین وایمان کی دعوت دے رہا ہوں، وہ ایمان میں آجائے، وہ کفر وشرک کے دلدل سے نکل جائے، وہ جہنم سے بچ کر جنت کے راستے پر جانے والا بن جائے، یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے، اللہ نے اپنے نبی سے صاف صاف یہ کہہ دیا:

اِنَّکَ لَا تَهْدِی مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِی مَنْ یَشَاءُ (القصص، آیت:۵۶)

اے نبی! جسے آپ چاہیں، آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے ،لیکن اللہ جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں دیتے ہیں

ابو طالب جو آپ کے چچا تھے، اور انہوں نے پوری زندگی آپ کی تائید کی، انہوں نے کبھی آپ کی مخالفت نہیں کی، اگر یہ کہا جائے کہ ابو طالب کی حیات تک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بھی خیر خواہ اور ہمدرد تھے، ان میں سب سے زیادہ ہمدردی، خیر خواہی، اور آپ ﷺ کی تائید کرنے والے، آپ کے چچا ابو طالب تھے، تو مبالغہ نہ ہوگا۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا چاہنے کے باوجود وہ اس دنیا سے بغیر ایمان کے رخصت ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اللہ نے اپنے قبضے میں رکھی ہے، اللہ جب چاہتے ہیں، ہدایت کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

ھدایت روحانی شفا ھے

جس طرح جسمانی بیماریوں کی شفا دوا میں نہیں ہے، بلکہ شفا اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضے میں رکھی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ دوا حلق میں جاتے جاتے اللہ سے اجازت مانگتی ہے کہ میں اس مریض کو شفا پہنچاؤں یا نہ پہنچاؤں؟ تو اللہ تعالی جو حکم دیتے ہیں، دوا اس کے مطابق کام کرتی ہے۔ اسی لئے ایک ہی طبیب کی دوا سے ایک آدمی کو فائدہ ہو جاتا ہے، اور دوسرے آدمی کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، کبھی کبھی اسی طبیب کی ایک خوراک کافی ہوتی ہے، اور کبھی دس خوراک سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شفا اپنے قبضہ میں رکھی ہے۔

اسی طرح ہدایت بھی روحانی شفا ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں رکھی ہے، اور دن بھر کی پانچ وقت کی نمازوں میں کئی مرتبہ جو ہدایت کی دعا منگوائی جاتی ہے:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ: آیت ۵)

ہمیں سیدھے راستے پر چلایئے

اس آیت کے ذریعہ ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہدایت اللہ کی عطا ہے، اللہ عطا فرمائیں گے تو ہدایت ملے گی، صرف میری اور آپ کی کوششوں سے ہدایت نہیں ملے گی۔

نتیجه کے لئے رجوع الی الله شرط ھے

چنانچہ ہماری کوششوں اور تقریروں میں اثر پیدا ہو جائے، لوگ عمل پر آمادہ ہو جائیں، انہیں ہدایت مل جائے، یہ اسی وقت ہوگا جب اللہ چاہیں گے، کامیابی اور نتیجہ اللہ کے قبضے میں ہے۔ بسا اوقات آدمی بہت کوششوں کے باوجود نا کام رہتا ہے، اور بسا اوقات تھوڑی سی کوشش بھی نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے، اور دنیاوی معاملات کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے، تجارت اور کاروبار کا بہترین سیزن چل رہا ہے، لیکن آخر میں کوئی ایسی مشکل اور پریشانی آجاتی ہے، جس کی وجہ سے سب کچھ برباد ہو جاتا ہے، کھیتی اور فصل بڑی خوش نما نظر آتی ہے، اور اچانک کوئی آفت آجاتی ہے، کوئی بیماری لگ جاتی ہے، اُولے پڑ جاتے ہیں، آندھی طوفان آجاتا ہے، اور ذرا سی دیر میں سب کچھ برباد ہو جاتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اصل لاگت بھی نہیں آئی ہے۔ اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضے میں رکھا ہے، لہٰذا ہمیں نتیجہ اور کامیابی کے حصول کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، اور اس کے لئے اللہ نے مختلف قاعدے و ضابطے اور بہانے بنا رکھے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے:

رحمت حق بہانہ می جوید

قدردانی کی مختلف شکلیں

ان ہی بہانوں میں سے ایک بہانے کے سلسلے میں ہمارے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ آپ جس لائن کی خدمت کر رہے ہیں، خواہ وہ تعلیم کی لائن کی کوئی خدمت ہو، وعظ و تذکیر کی لائن کی کوئی خدمت ہو، دعوتی لائن کی کوئی خدمت ہو، یا قرآنی علوم کی کوئی خدمت ہو، تو اللہ کے وہ نیک بندے جن سے اللہ تعالیٰ نے اس لائن کی خاص خدمت لی ہے، جن کی خدمت اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگئی ہے، اور جن پر اللہ کی نظر رحمت ہوگئی ہے، آپ ان بزرگوں کو

ایصال ثواب کیجئے، ان شاء اللہ آپ کی خدمت بھی با اثر ہو جائے گی۔

دیکھئے! اللہ کے یہاں ایک بڑا پیارا ضابطہ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِینَ (التوبہ:۱۲۰)

اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کی کوششوں کو ضائع نہیں فرماتے۔

انہیں باقی رکھتے ہیں، اوراس پر ان کو اجر وثواب بھی ملتا ہے نیز جو لوگ مخلص بن کر اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کی قدر فرماتے ہیں:

وَ کَانَ اللّٰهُ شَاکِرًا عَلِیمًا (النساء:۱۴۷)

اللہ تعالیٰ بڑے قدردان ہیں

قدردانی کی ایک شکل تو یہ ہے کہ ان کے بہترین نتیجے ظاہر ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو اس لائن میں ایک خاص قسم کی مقبولیت عطا فرما دیتے ہیں

جیسے ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ بعض بہت باصلاحیت لوگ ایک لمبی مدت تک بہت سی کوششیں کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ظاہری طور پر ان کی کوششوں کے نتائج بہت کم دکھائی دیتے ہیں، اور بعض کم صلاحیت والے تھوڑی سی کوشش کرتے ہیں اور نہ جانے کتنے بڑے بڑے کام کر لیتے ہیں، کتنے ادارے قائم کر لیتے ہیں، اور ذرا سی مدت میں ان کا کام دور تک پھیل جاتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے قبولیت اور خاص برکت کے فیصلے ہوتے ہیں، اور یہ فیصلے اخلاص اور حسن نیت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

کوشش کو مؤثر بنانے کا ایک نسخہ

چنانچہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی لائن میں مقبولیت سے نوازا ہے، جو لوگ ان کے ساتھ محبت کا معاملہ کرتے ہیں، ان سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، محبت کے ساتھ ان کا نام لیتے ہیں، حتی کہ ان کو ایصال ثواب بھی کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف بھی اس لائن کے فیض کو جاری و ساری فرما دیتے ہیں، اور انہیں بھی اس لائن کی خدمت کرنے کا موقع ملتا ہے۔

اسی لئے میرے حضرت والا فرمایا کرتے تھے: آپ جس لائن کی خدمت کر رہے ہیں اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس میں تاثیر پیدا ہو، اور یہ خدمت نتیجہ خیز ہو، تو آپ خصوصی طور پر اس لائن کے بزرگوں کو ایصال ثواب کیجئے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس لائن کا خاص روحانی اور لدنی فیض عطا فرماتے ہیں۔ اگر آپ وعظ و نصیحت کرنا چاہتے ہیں، تو ان واعظین کو ایصال ثواب کیجئے، جن کی وعظ ونصیحت سے اللہ تعالیٰ نے ایک جم غفیر کو فائدہ پہنچایا، جیسے حضرت شاہ عبد القادر جیلانی ہیں، علامہ ابن جوزی ہیں، حکیم الامت حضرت تھانوی ہیں، اور ہمارے حضرت والا مولانا علی میاں ہیں، اور ایسے بہت سے واعظین ہیں، جن کو ہم جانتے بھی نہیں ہیں، ان تمام لوگوں کو ایصال ثواب کریں۔

اگر آپ دعوت کی لائن کی کوئی خدمت انجام دینا چاہتے ہیں تو آپ اس لائن کے بزرگوں کو ایصال ثواب کیجئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے اس لائن میں قبولیت سے نوازا ہے، اور ان کے ہاتھوں لاکھوں لوگوں نے کفر وشرک سے توبہ کی، جیسے فاتح ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں، امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ ہیں، مولانا کرامت علی جون پوریؒ ہیں، حضرت سید احمد شہیدؒ ہیں، اور بھی بہت سے دُعاۃ ہیں، جنہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک اس لائن کی بہت اہم خدمات انجام دی ہیں۔

اسی طرح اگر آپ قرآن کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، تو اُن اکابرین کو ایصال ثواب کیجئے، جنہوں نے اس لائن کی خدمات انجام دی ہیں۔ اسی طرح اگر آپ فقہ کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں یا فقہ سے متعلق کوئی کتاب لکھنا چاہتے ہیں تو ائمہ فقہ کو ایصال ثواب کیجئے، آپ ایسا کریں گے تو آپ کے لئے اللہ کی طرف سے خاص نصرت غیبی کا فیصلہ ہوگا، اور یہ بالکل مجرب بات ہے۔

بلکہ میرے ساتھ تو بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ جب میں

نے اس طرح ایصال ثواب کر کے بات کی، تو کوئی بات اس وقت ذہن میں حاضر نہیں تھی لیکن بر وقت اللہ تعالیٰ نے ایسی باتیں کہلوادیں اور ایسی باتیں سجھادیں، جو خود میرے لئے بھی بہت مفید ہیں اور سامعین نے بھی اس سے پورا پورا استفادہ کیا۔ لہٰذا ہمیں جب بھی کسی کو نصیحت کرنی ہو تو ان بزرگوں اور اکابرین کو ایصال ثواب کریں، جن سے اللہ تعالی نے اس لائن کی خاص خدمت لی ہے، اگر ہم لوگ اس کا معمول بنالیں گے تو ان شاء اللہ ہمیں بھی اس لائن کی خدمت کا موقع ملے گا۔

اٹھائیس پاروں میں حضرت موسیٰ کا تذکرہ

آیئے! ہم لوگ قرآن مجید کی طرف آتے ہیں، آج سورہ بقرہ کی سینتالیسویں آیت پڑھی گئی:

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (البقرہ:۴۷)

اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور یہ بات یاد کرو کہ میں نے تم کو سارے جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن کا موضوع ''ہدایت'' ہے، اور قرآن کتاب ہدایت اور کتاب دعوت ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم اسے دعوتی پس منظر میں نہیں پڑھتے، قرآن مجید میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات بار بار ذکر کئے گئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہمارے بندے نبیوں اور رسولوں والی لائن اختیار کریں، نبیوں کی راہ پر چل کر داعی بنیں، انسانیت کے خیر خواہ بنیں۔ یوں تو قرآن مجید میں مختلف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا تذکرہ ہے، لیکن سب سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا تذکرہ ہے، تیس میں سے تقریباً اٹھائیس پاروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات کو بار بار ذکر کیا گیا ہے، اب ہم ذرا سوچیں کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر اتنا زیادہ کیوں کیا گیا؟ کیا اس وجہ سے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ ذرا دلچسپ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ قرآن کوئی ناول، افسانہ اور ڈرامہ نگاری کی کتاب نہیں ہے، جس سے قارئین اور سامعین کا دل بہلانا مقصود ہو، بلکہ یہ تو ہدایت کا پیغام ہے، انسان کو صحیح راہ بتلانے والی کتاب ہے۔

علماء نے لکھا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو علم تھا کہ امت محمدیہ میں ہر طرح کے لوگ پائے جائیں گے، ان میں بادشاہ بھی ہوں گے، عہدہ دار بھی ہوں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات کو ذکر کیا ہے، تاکہ جیسے بھی ان کے حالات ہوں، ان کے سامنے ایک دعوتی نمونہ موجود رہے۔ اگر وہ بادشاہ اور فرمارواہوں گے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوتی زندگی ان کے لئے نمونہ ہوگی، اگر وہ طبیب اور ڈاکٹر ہوں گے تو حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوتی زندگی ان کے لئے نمونہ ہوگی، اگر وہ مقرر اور خطیب ہوں گے تو حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی ان کے لئے نمونہ ہوگی، اگر وہ کارخانے دار ہوں گے تو حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی ان کے لئے نمونہ ہوگی، اگر وہ جیل میں قید ہوں گے تو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی ان کے لئے نمونہ ہوگی۔ لیکن اس امت کے ایک بڑے طبقہ کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے طرز زندگی کی ضرورت پڑے گی۔

حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو دعوت دینے کے لئے فرعون جیسے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا گیا، ہامان جیسے مالداروں کے پاس بھی بھیجا گیا، عوام کے پاس بھی بھیجا گیا، اس کے بعد جب انہوں نے دعوت دے دی، اور جن لوگوں کے حق میں ایمان و اسلام جیسی عظیم سعادت لکھی ہوئی تھی، انہوں نے قبول تو کرلیا، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعوتی سفر یہیں ختم نہیں ہوا، بلکہ جو لوگ دعوت قبول کر لینے کے بعد اسلام کے دسترخوان پر آگئے، تو شیطان نے کس طرح انہیں حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی آزمائش کا ذریعہ بنایا، اور اس سب کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ

والسلام جیسی جلالی شخصیت نے صبر وتحمل کا معاملہ کیا، قرآن نے ان تمام واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے واقعہ کے ذریعہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ صبر کی عملی شکل کیا ہوگی؟ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم بھی بڑی عجیب تھی، بار بار حضرت موسی علیہ السلام اُن کو جنت اور خیر کے راستے پر لانے کی کوشش کرتے، لیکن وہ لوگ بار بار جہنم والے راستہ پر پہنچ جاتے، کبھی وہ بچھڑے کی پوجا کرنے لگتے، کبھی یہ فرمائش کرتے کہ ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، کبھی یہ فرمائش کرتے کہ ہمارا معبود ایسا ہونا چاہئے جیسا ان بت پرست لوگوں کا معبود ہے، ان تمام مشکلات، مصائب اور آزمائشوں سے گزر کر حضرت موسی علیہ السلام خیر خواہی کا حق ادا فرماتے رہے، اور اپنی قوم کو سمجھاتے رہے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کیسی کیسی نوازشات کا معاملہ فرمایا۔

یہ پورے واقعات داعیوں کے لئے ہمیشہ رہنمائی کا کام دیں گے، کہ دیکھو مشکلات آئیں گی، پریشانیاں آئیں گی، مخالف حالات آئیں گے، اور یہ حالات داخلی بھی ہوں گے اور خارجی بھی ہوں گے، لیکن جب تک تم دعوت کا کام کرتے رہوگے، تو ہماری طرف سے مسلسل مدد آتی رہے گی، رحمتیں آتی رہیں گی، ہمارا فضل آتا رہے گا، اور دوسرے لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے تمہاری کوششوں کے نتائج میں کوئی کمی آنے والی نہیں ہے، تمہیں اللہ کے یہاں جو مقام ملنا ہے وہ مل کر رہے گا۔

کیا اب دعوت کی ضرورت نہیں ؟

اب اگر صرف ''سورہ بقرہ'' کو ہی دیکھا جائے تو تقریباً سو آیتیں ایسی ہیں، جن میں بنی اسرائیل کے واقعات کا ذکر ہے، اب اگر یہ کہہ دیا جائے، جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اب اِتمام حجت ہوگئی ہے، لہٰذا اب دعوت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو صرف ''سورہ بقرہ'' کی سو آیتیں نا قابل عمل قرار پاتی ہیں، اور یہ اس زمانہ کا بہت بڑا المیہ ہے کہ قرآن کے اصل موضوع کو بھلایا جارہا ہے، اگر ہم لوگ اس موضوع سے ہٹ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں، تو کئی سو آیتیں ایسی ہیں، جو نا قابل عمل قرار پاتی ہیں۔ اگر چہ قرآن مجید کی صرف تلاوت سے بھی ثواب ملتا ہے، لیکن اصلاً وہ عمل کی کتاب ہے، اور انسانوں کی رہ نمائی کے لئے ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اس کو سمجھنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔

ڈاکٹر شنکر دیال شرما، جو کہ ہندوستان کے صدر رہ چکے ہیں، انہوں نے بڑی پیاری بات کہی کہ ''قرآن زندوں کے لیے بھیجی گئی کتاب تھی، مگر مسلمانوں نے اسے صرف مُردوں پر پڑھنے کی کتاب بنادیا ہے، قرآن سمجھنے کی کتاب تھی، مگر مسلمان اسے بے سمجھے ہی پڑھتے ہیں''، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر آج کے زمانہ میں دعوت کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو ان آیات کے نزول کا کیا مقصد رہ جاتا ہے، جن میں دعوتی نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

ذرا سوچئے! اگر ہم ان آیات سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور ان آیات میں ایک داعی کے لئے جو دعوتی پیغام ہے، اس سے رہ نمائی حاصل نہیں کریں گے، اور اس کو اپنی عملی زندگی میں جگہ نہیں دیں گے تو قرآن کا ایک بڑا حصہ نا قابل عمل ہوجائے گا۔

آیات احکام اور دیگر آیتوں کی تعداد

دیکھئے! قرآن مجید میں تقریباً (۶۶۶۶) آیات ہیں، جن میں سے صرف (۵۵۳) آیات احکام کے بارے میں ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وراثت کے مسائل، نکاح وطلاق کے مسائل وغیرہ وغیرہ، اور بقیہ چھ ہزار ایک سو تیرہ آیات میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات، ان کی دعوتی کارگزاریاں اور ان کا دعوتی طریقہ، ان کی قوموں کے حالات ان قوموں پر عذاب آنے کی وجوہات، یہ سب باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(نور الانوار، تعریف اصول الفقہ وغایتہٗ وموضوعہ/ ۱۵، ط: البشری، کراتشی، پاکستان)



سیرتِ محمدی ﷺ کی
چند جھلکیاں

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

آپ ﷺ ہمیشہ عدل و انصاف کی تلقین فرماتے تھے اور خود بھی اس پر عمل کرتے تھے، عرب کے ایک معزز قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت چوری میں پکڑی گئی، لوگ چاہتے تھے کہ وہ سزا سے بچ جائے، آپ کے پروردہ اور محبوب حضرت اسامہ بن زیدؓ نے سفارش کی، آپ ﷺ نے اس سفارش پر سخت ناگواری کا اظہار کیا اور اس خاتون پر سزا جاری فرمائی، (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث لغار، حدیث: ۳۴۷۵)

عدل و انصاف کے معاملہ میں مسلمان اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں تھا؛ اسی لئے یہود بھی اپنے معاملات طے کرانے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ربیعہ بنت نضر نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا، ان لوگوں نے قصاص کا مطالبہ کیا، ربیعہ کے لوگوں نے دوسرے فریق سے معافی کی درخواست کی، جسے ان لوگوں نے قبول نہیں کیا، اب دونوں فریق بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے قصاص جاری کرنے کا حکم فرمایا، ان کے بھائی انس بن نضر نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ربیعہ کا دانت توڑ دیا جائے گا؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ نے فرمایا:

قصاص اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے؛ چنانچہ دوسرے فریق راضی ہوگئے، اور انھوں نے معاف کر دیا، آپ نے فرمایا: اللہ کے بعض ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمادیتے ہیں۔ (بخاری، عن انس، حدیث نمبر: ۲۷۰۳، باب الصلح فی الدین)

آپ کے صحابی حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کے اصرار پر ان کے والد نے ان کو کچھ ہبہ کرنا چاہا، جب وہ اس کے لئے تیار ہوگئے تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ اس پر حضور ﷺ کو گواہ بنایا جائے؛ چنانچہ یہ دونوں حضرات اپنے صاحبزادہ نعمانؓ کو لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کو گواہ بنانا چاہا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیرؓ سے پوچھا: کیا اس کے علاوہ تمہاری کوئی اور اولاد بھی ہے؟

انھوں نے عرض کیا: ہاں

آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اسی طرح ہبہ کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا: نہیں

آپ نے فرمایا: پھر تو میں اس پر گواہ نہیں بن سکتا؛ کیوں کہ میں ایسے کام پر گواہ نہیں بن سکتا جو ظلم پر مبنی ہو۔

(مسلم، عن نعمان بن بشیرؓ، حدیث نمبر: ۱۶۲۳)

جیسے آپ اولاد کے درمیان انصاف اور برابری کا حکم دیتے تھے، اسی طرح بیویوں کے درمیان بھی عدل کا پورا لحاظ فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ہم میں سے ایک کو دوسرے پر باری کے معاملہ میں ترجیح نہیں دیتے تھے، روزانہ تمام ازواج سے ملاقات فرماتے تھے؛ لیکن جن کی باری ہوتی تھی، ان ہی کے پاس شب گزارتے تھے: حتی يبلغ إلى التي هو

یو مھا فیبیت. (سنن ابی داؤد، عن عائشہؓ، حدیث نمبر: ۲۱۳۵)

جب آپ ﷺ سفر میں تشریف لے جاتے اور کسی زوجہ مطہرہ کو ساتھ لے جانا ہوتا تو اپنے طور پر انتخاب نہیں فرماتے؛ بلکہ قرعہ اندازی کرتے اور جن کا نام نکل آیا، ان کو ساتھ لے جاتے۔ (بخاری، عن عائشہؓ، حدیث نمبر: ۵۲۱۱)

اس درجہ عدل وانصاف کے باوجود حضرت عائشہؓ کی طرف آپ کا قلبی رجحان تھا تو فرماتے تھے: اے اللہ! جو چیز میرے اختیار میں ہے، اس میں تو میں عادلانہ تقسیم کر رہا ہوں؛ لیکن جس چیز کے آپ مالک ہیں، میں مالک نہیں ہوں، یعنی: قلبی رجحان، اس میں ہماری پکڑ نہ فرمائیں: **فلا تلمنی فیما تملک ولا املک**۔ (ابوداؤد، عن عائشہؓ، حدیث نمبر: ۲۱۳۴)

اگر کوئی شخص قاضی یا حَکَم ہو تو اس کے لئے آپ نے خاص طور پر عدل کی تاکید فرمائی، آپ نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں: ایک جنت میں جائیں گے اور دو دوزخ میں، جس نے مقدمہ میں یہ بات سمجھ لی کہ کون حق پر ہے؟ اور اس کے مطابق فیصلہ کیا تو وہ جنت میں جائے گا، اور جس نے حق اور ناحق کو سمجھ لیا پھر بھی غلط فیصلہ کیا، یا اس میں حق و ناحق کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی اور جہالت کے باوجود فیصلہ کر دیا تو ان دونوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (ابوداؤد، عن ابی ہریرہؓ، حدیث نمبر: ۳۵۵۲)

اسی لئے آپ ﷺ کی ہدایت تھی کہ جب تک دونوں فریق کی بات نہ سن لی جائے، اس وقت تک فیصلہ نہ کیا جائے، (مستدرک حاکم، عن علیؓ: ۹۳/۴) آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب بھی کسی مقدمہ کا فیصلہ فرماتے تو دونوں فریق کو برابری میں سامنے بیٹھاتے: **إن الخصمین یقعدان بین یدی الحکم**۔ (ابوداؤد، عن عبداللہ بن زبیرؓ، حدیث نمبر: ۳۵۸۸)

معاملات میں بھی آپ اس کا پورا خیال رکھتے تھے، آپ کے ذمہ اگر کسی کا دَین باقی ہوتا تو پورا پورا بلکہ بڑھ کر ادا فرماتے، ایک دفعہ ایک صاحب کی اُونٹنی آپ کے ذمہ دَین تھی، آپ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: جو اونٹنیاں آئی ہیں، ان میں سے اسی معیار کی اونٹنی دے دیں، حضرت بلالؓ نے عرض کیا: تمام اونٹنیاں اُس سے بہتر ہیں، جو آپ کے ذمہ میں باقی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسی میں سے دے دو، یہ حسن ادائیگی کا تقاضہ ہے (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب السلف فی الحیوان، حدیث نمبر: ۱۴۱۵۸-۱۴۱۵۹) ایک بار ایک صاحب ہَجَر سے مکہ کپڑا لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے پائجامہ کا بھاؤ طے کیا، ان کے ساتھ ایک خادم تھا، جو درہم کا وزن کرتا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: وزن کرو اور جھکتا ہوا تولو: **زِن وارجح**۔ (ترمذی، عن سوید بن قیسؓ، حدیث نمبر: ۱۳۰۵)

آپ نے اُمت کو اجتماعی سطح پر عدل قائم رکھنے کا خاص طور پر حکم فرمایا، آپ کا ارشاد ہے: جس قوم میں حق کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا جاتا ہو اور کمزور شخص طاقتور سے بے تکلف اپنا حق وصول نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ اس قوم کو عزت نہیں دیتے ہیں: **لا یقضی فیھا بالحق، ویاخذ الضعیف حقہ من القوی غیر متعتع**۔ (معجم الکبیر للطبرانی، عن معاویہ: ۳۸۵/۱۹)

خود رسول اللہ ﷺ کو اِس کا اِس درجہ لحاظ تھا کہ غزوہ بدر کے موقع سے جب بہت سارے لوگ قید ہوئے تو ان میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، جب فدیہ مقرر ہوا تو ان کے لئے بھی مقرر ہوا، انھوں نے فدیہ معاف کرنے کی درخواست، انصار نے بھی حضور ﷺ کے رشتہ کی رعایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کا فدیہ معاف کر دیا جائے؛ لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا اور ان سے بھی فدیہ وصول فرمایا۔ (صحیح بخاری، کتاب العتق، باب اذا أسرا خوالرجل، حدیث نمبر: ۲۵۳۷)

سخاوت وفیاضی کا حال یہ تھا کہ کوئی سائل واپس نہیں ہو سکتا تھا، اگر اپنے پاس موجود نہ ہو تو دوسروں سے قرض لے کر دیتے، اگر کچھ درہم و دینار بچا رہتا تو جب تک تقسیم نہ ہو جائے بے چین رہتے، جن لوگوں کی وفات ہوتی، فرماتے کہ ان کے قرض کی

ادائیگی میرے ذمہ ہے، اور متروکہ ان کے ورثہ کے لئے ہے، (سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، حدیث نمبر:۳۳۴۳)

آپ ﷺ کی اس فیاضی کا نتیجہ تھا کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو چراغ میں تیل تک نہیں تھا اور آپ ﷺ کی زرہ مبارک چند کلو جَو پر رہن تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفاۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر:۴۴۶۷)

آپ ﷺ کی سخاوت اور فیاضی کے بہت سارے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں، حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک چادر پیش کی، جس پر بارڈر بھی بنا ہوا تھا، صحابیہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں یہ آپ کو پیش کرتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمایا اور زیب تن کرلیا، ایک صحابی نے دیکھا تو کہنے لگے: کیا ہی خوب چادر ہے، یہ آپ مجھے عنایت فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، جب آپ مجلس سے اُٹھ گئے تو حاضرین نے اس شخص کو ملامت کی کہ تم نے یہ اچھا نہیں کیا، یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ حضور ﷺ کو اس کپڑے کی ضرورت تھی اور یہ بھی جاننے کے باوجود کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ہیں، تم نے حضور سے مانگ لیا؟ وہ صاحب کہنے لگے: اصل میں میں نے اسے تبرکاً مانگا تھا؛ کیوں کہ حضور ﷺ نے اس کو اپنے جسم مبارک پر زیب تن فرمایا ہے، میں چاہتا ہوں کہ یہی میرا کفن ہو۔

(بخاری، عن سہل بن سعد، حدیث نمبر:۶۰۳۶)

حضرت مقدادؓ نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس طرح خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ بھوک اور مشقت کی وجہ سے ہماری آنکھیں اور ہمارے کان بھی جواب دے رہے تھے، ہم اپنے آپ کو مختلف صحابہ پر پیش کررہے تھے کہ کوئی میری میزبانی قبول کرلے؛ لیکن کسی نے قبول نہیں کیا، آخر ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، آپ نے فرمایا: ان بکریوں کا دُودھ نکالو، جس کو ہم سب لوگ مل کر پئیں گے؛ چنانچہ ہم دُودھ دوہتے، ہم میں سے ہر آدمی اپنا حصہ لے لیتا اور ہم آپ کے لئے آپ کا حصہ اُٹھا لیتے۔ (مسلم، عن مقدادؓ، حدیث نمبر:۲۰۵۵)

یہ سخاوت وفیاضی کا اعلیٰ طریقہ تھا کہ صرف ایک دفعہ دیدینے پر اکتفا نہیں فرماتے؛ بلکہ ان کے لئے مستقل طور پر آپ نے میزبانی کا نظم فرمایا۔

معمولِ مبارک تھا کہ کوئی بھی شخص کوئی سوال کرتا، اگر آپ ﷺ کے پاس موجود ہوتا تو ضرور عنایت فرمادیتے، ''نہیں'' نہ کہتے: **ما سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا قط فقال: لا**۔ (بخاری، عن جابرؓ، حدیث نمبر:۶۰۳۴)

یہ فیاضی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کا ایک ریوڑ تھا، ایک صاحب نے درخواست کی کہ یہ پورا ریوڑ اُن کو دے دیا جائے، آپ ﷺ نے عطا فرمادیا، وہ صاحب اپنی قوم میں گئے اور کہنے لگے: لوگو! مسلمان ہوجاؤ؛ کیوں کہ محمد (ﷺ) اتنا عنایت فرماتے ہیں کہ محتاجی کا ڈر بھی باقی نہ رہے۔

(مسلم، عن انسؓ، حدیث نمبر:۲۳۱۲)

جہاں آپ ﷺ کے دربار سے کوئی حاجت مند نامراد واپس نہیں ہوتا تھا، وہیں دوسری طرف سوال اور گداگری کو بھی ناپسند فرماتے تھے، ایک صاحب بھیک مانگتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے ان کا بستر اور پیالہ (جس کے وہ مالک تھے) منگوایا اور اس کی ڈاک لگوائی، دو درہم میں فروخت ہوا، آپ ﷺ نے انھیں ایک درہم خرچ کے لئے دیا اور دوسرے درہم سے کلہاڑی بنادی کہ جنگل سے لکڑی لائیں اور فروخت کریں، پندرہ دنوں بعد جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دس درہم ان کے پاس جمع ہوچکے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت کے دن چہرہ پر گدائی کا داغ لے کر جاتے؟ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب مایجوز فیہ المسئلۃ، حدیث نمبر:۱۶۴۱)



سلام اُن پر جنہوں نے زخم کھا کر پھول برسائے

مفتی مجیب الرحمٰن دیورگی (حیدرآباد)

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے پہلوؤں میں ایک اہم پہلو آپ ﷺ کے اخلاق ہیں، یہ ایسا پہلو ہے جس میں تمام مصلحین امت آپ ﷺ سے پیچھے نظر آتے ہیں، آپ ﷺ جلوت اور مجمع عام میں جس بات کی دعوت دیتے تھے، خلوت میں بھی بذاتِ خود اس پر عمل پیرا تھے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے، اماں جانؓ نے جواب دیا کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ **کان خلقه القرآن** (ابوداؤد/۱۹۰ا دیوبند) یعنی قرآن کریم جن اوصاف حمیدہ کو چاہتا ہے وہ آپ ﷺ کی ذات گرامی میں بدرجۂ اتم موجود تھے، اور قرآنِ کریم جن امور سے روکتا ہے آپ ﷺ ان سے مکمل پاک تھے۔

اخلاقِ کریمانہ میں سے ایک اہم وصف عفو و درگذر ہے، آپ ﷺ میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود تھا اور اس کا مظاہرہ بار بار آپ ﷺ کی زندگی میں ہوا، جس طریقہ سے آپ ﷺ نے **خیر المال العفو** یعنی معاف کرنا بہترین دولت ہے، اس کی تعلیم دی، اسی طرح عملی زندگی میں اس کو آشکارا کیا کہ امت اس عظیم وصف کو اپنا کر دارین کی سعادت پائے۔

اہل طائف سے عفو ودرگذر

اہل مکہ پر سالہا سال محنت کرنے کے باوجود وہ دامنِ اسلام سے وابستہ نہ ہوئے، اور ہر طرح کی تکالیف پہنچانا انہوں نے اپنا شیوہ بنائے رکھا تو آپ ﷺ نے طائف کا ارادہ کیا، وہاں آپ ﷺ کی کچھ قرابتیں بھی تھیں اور یہ امید تھی کہ جب وہاں مسافرانہ ہیئت سے جائیں گے تو عرب کی روایت کے مطابق بات کو غور سے سنیں گے، اور بہت ممکن ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں، اور وہاں سے اسلام کا پھیلنا نسبتاً آسان ہو جائے مگر ان لوگوں نے خلاف توقع سختی کا معاملہ کیا، اپنے یہاں رہنے نہیں دیا، اُوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کے جسم کو لہولہان کر دیا۔

ایک موقع پر جب ان اوباشوں سے نجات ملی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کی غرض سے رکے تو ان کی سنگ دلی کو سوچ کر دل بھر آیا، پہاڑ کا ذمہ دار فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ حکم دیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ملا دوں تاکہ یہ دشمن اس میں پس کر رہ جائیں، لیکن آپ ﷺ راضی نہ ہوئے اور فرمایا ممکن ہے کہ ان کی آئندہ نسل حلقہ بگوش اسلام ہو جائے۔

غزوۂ احد کے موقع پر عفو ودرگذر

غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تو یہ واقعہ اصحابؓ نبی پر گراں گزرا تو صحابۂ کرامؓ نے کفار مکہ کے لئے بددُعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے جواب دیا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔ (الوفاء۲/۲۱ بیروت)

ناشائستہ کلمات کہنے والوں سے در گزر

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں جب غزوۂ حنین کے بعد آپ ﷺ لوگوں میں مال تقسیم کررہے تھے، تو ایک آدمی آیا اور بھرے مجمع میں بڑے ترش لہجے میں کہا: اے محمد! انصاف کرو آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے، میں انصاف نہیں کروں گا تو

کون انصاف کرے گا؟ اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں خسارے میں رہوں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اس منافق کو قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑ دو لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ہی اصحاب کا قتل کرتے ہیں۔ (الوفاء ۲/۲۲ بیروت)

یعنی اتنے سارے صحابہ کی موجودگی میں اور پھر نبی کے ساتھ اس طرح پیش آنا کوئی معمولی بات نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔

غزوۂ حنین میں نومسلموں کی تالیف قلب کے واسطے مال غنیمت کا بڑا حصہ اُن میں تقسیم کیا گیا تھا، جس پر بعض حضرات ناراض تھے اور اپنی ناراضگی کا اظہار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے کیا اور یہ کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی تھی، اس لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے متغیر ہوگیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم کرے موسیٰ علیہ السلام پر ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی، لیکن انہوں نے صبر کیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ۳/۶۸۶ بیروت)

اھل مکہ سے درگزر

اہل مکہ کا ظلم مکی زندگی میں کسی سے مخفی نہیں ہے، آپ ﷺ کو نعوذ باللہ کبھی پاگل، کبھی شاعر، کبھی مجنون، کبھی جادوگر کہنا، اسی طرح دھمکیاں دینا، راستے میں کانٹے بچھانا اور نجاست کا جسم مبارک پر انڈیل دینا معمولی سی بات تھی، اس کے باوجود جب مکہ فتح ہوا، تو آپ ﷺ نے ایسے دشمنوں کو معاف کردیا، جنہوں نے اپنی پوری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں بسر کی اور ہر دم آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔

مثلاً صفوان بن امیہ آپ کے قدیم دشمنوں میں شمار ہوتے تھے، آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کے لئے ایک آدمی کو مقرر بھی کیا تھا جسے اللہ نے ناکام کردیا۔

ابوسفیان بن حرب جو تمام جنگوں میں آپ کے خلاف محاذ بنانے کی بھرپور کوشش کرتے رہے اور لوگوں کو اُبھار کر کبھی احد کے میدان میں لائے اور کبھی غزوۂ خندق میں یہودیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔

عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے والد یعنی ابوجہل کی دشمنی تو ایک معروف بات ہے، ان تمام لوگوں سے آنحضرت کا درگزر اور اپنے دامن عفو میں جگہ دینا تاریخ کا ایک ایسا نایاب واقعہ ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔

کسی بھی فاتح کا فتح کے بعد ملک میں غارت گری مچانا عام سی بات ہے، جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے: **ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا**۔ اور بتایا ہے کہ فاتح لوگ مقبوضہ بستیوں میں قتل وخون کا بازار گرم کرتے رہے ہیں، لیکن آقائے رحمت ﷺ ہیں کہ معزز چچا کے قاتلین کو بھی معافی کا پروانہ عطا فرماتے ہیں۔ (الوفاء: ۲/۲۲ بیروت)

زید بن سعنہؓ کی گستاخی سے درگزر

عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں: زید بن سعنہ اسلام لانے سے پہلے آپ ﷺ سے کچھ لین دین کا معاملہ کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کو انھوں نے ایک متعین وقت کے لئے قرض دیا تھا، ابھی اس مدت کے آنے میں کچھ دن باقی تھے، آپؐ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ یہ آئے اور آپ کی چادر پکڑ کر کھینچنے لگے اور بہت زیادہ سخت سست کہا، اور کہا اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تم لوگ ہمیشہ یوں ہی ٹال مٹول کرتے رہتے ہو۔

آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمرؓ موجود تھے، غصہ سے بے تاب ہوگئے، اور کہا اے اللہ کے دشمن، تو اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے، اور اس طرح بکواس کرتا ہے، اگر میرا بس چلتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

آپ ﷺ بڑے ہی اطمینان سے حضرت عمرؓ کو دیکھ رہے

تھے، پھر مسکرا کر فرمایا: اے عمر تمہارا تو یہ کام تھا کہ اس کو قرض وصول کرنے میں نرمی اختیار کرنے کی تلقین کرتے اور اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتے، اور مجھ کو قرض ادا کرنے کو کہتے۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ ان کے درپئے آزار ہو جاؤ۔ انہیں لے جاؤ بیس صاع کھجور دے دو اور کچھ زائد بھی دو۔ اس کے بعد زید بن سعنہؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (جمع الوسائل: ۲/۱۵۷)

عبد اللہ بن اُبی سے در گزر

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سے کون واقف نہیں، اس نے ہر اعتبار سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو تکلیف دی اور اس میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

اس کے باوجود جب اس کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا اور آپ ﷺ کے سامنے آ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ کا دشمن ہے جس نے آپ کو اس طرح سے تکلیفیں دی ہیں اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

تو آپ ﷺ نے مسکرا کر جواب دیا: اے عمرؓ مجھ کو اختیار دیا گیا ہے اگر مجھ کو یہ بات معلوم ہوتی کہ ''ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی، تو میں اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتا'' (الوفاء:۲/۱۹ بیروت)

آج امت مسلمہ اس اہم صفت ''حلم'' سے دور ہے، اس کے فقدان کے سبب معاشرہ عجیب کشمکش سے دوچار ہے، فتنہ و فساد قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، آپ ﷺ تو غیروں کے ساتھ بھی عفو و درگزر کا معاملہ فرماتے تھے، آج ہم اپنے بھائیوں اور اپنے خاندان میں بھی ایسا معاملہ اختیار نہیں کرتے۔

کاش ہم اس صفت کو اپنا لیں تو کتنے جھگڑے ختم ہو جاتے اور کتنے خاندان سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے لگتے۔



نعت شریف

مولانا عبد الماجد دریا آبادی

پڑھتا ہوا محشر میں جب صلِّ علیٰ آیا
رحمت کی گھٹا اُٹھی اور اَبر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوئے بیگانے
ہاں کام اگر آیا ، تو نام ترا آیا

پرسش تھی گناہوں کی، اور یاس کا تھا عالم
بے کس کی خبر لینے محبوب خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر میں ہوا فاسق 'ابدال' کا ہم پایا

چرچے ہیں فرشتوں میں اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت میں شیدائے نبی آیا

کیوں نزع کی دشواری آسان نہ ہو جاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایا

اک عمر کی گمراہی اک عمر کی سرتابی
جزء تیری غلامی کے آخر نہ مفر پایا

حکمت کا سبق چھوڑا، عزت کی طلب چھوڑی
دنیا نے نظر پھیری سب کھو کے تجھے پایا

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزوں حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا

فاسق کی ہے یہ میت پر ہے تو تری امت
ہاں ڈال تو دے دامن کا امن ذرا سایا

محمد مصطفیٰ انسانِ کامل

مولانا حیدر اغوانی ندوی

نقش قدم کی پیروی اور اتباع، انسان کی سرشت میں داخل ہے، اس ارض گیتی پر جتنے انسان بھی بستے ہیں وہ کسی نہ کسی کو اپنا رول ماڈل، آئیڈیل اور اُسوہ بناتے ہیں، اس کے نقش قدم پر چلنا، اس کے لائف اسٹائل اور طرز زندگی کو اختیار کرنا اپنے لیے فخر اور فتح وکامرانی کا سبب سمجھتے ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وشعور کی عظیم نعمت سے نوازا ہے، دنیا کی دیگر مخلوقات سے عقل وظرافت ہی انسان کو ممتاز بناتی ہے، اور اسی عقل وخرد اور ظرافت کی بنیاد پر انسان خوب سے خوب تر کی تلاش اور جستجو میں ارتقا کی منزلیں طے کر رہا ہے، اس لیے ابتدائے آفرینش سے زندگی گزارنے کے طریقوں اور نقوش قدم کے انتخاب میں عقل نارسا کی بھی اس نے مدد لی، اور اپنے لیے طرز حیات اور اسوہ وآئیڈیل کا انتخاب کیا، عقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے کبھی انسان نے صحیح طرز فکر اپنائی اور کبھی گمراہ کن وادیوں میں بھٹکنے لگا۔

انسانی بنیادوں پر اس کائنات کی ہر چیز میں نقص وعیب ہے انسان کو علم وآگہی کے جو اسباب وعوامل اس کی ذات میں خالق کائنات نے ودیعت فرمائے ہیں وہ بھی ناقص ہیں، حصول علم و آگہی کا ایک ذریعہ انسان کے حواس خمسہ ہیں، وہ دیکھ کر، سن کر، سونگھ کر، چکھ کر، اور چھو کر بہت سی چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے، لیکن ان میں سے ہر ایک حاسہ کا ایک محدود ومتعین دائرہ ہے، اس سے آگے اس کی رسائی ممکن نہیں، حواس خمسہ کا دائرہ جہاں ختم ہوتا ہے عقل کا دائرہ وہاں سے شروع ہو جاتا ہے، اور کائنات سے متعلق علوم وفنون کے ایک بڑے حصہ کا ادراک انسان عقل کے ذریعہ کرتا ہے، لیکن عقل کی سمائی بھی حدود کی پابند ہے، وہ کائنات میں موجود ہر ایک شے کے حسن وقبح کا فیصلہ نہیں کر سکتی، اس کے دائرہ میں کائنات ہی کی تمام چیزیں نہیں آتیں، تو ماورائے حواس کے لیے تو وہ بالکل درماندہ اور بے بس ہو جاتی ہے، لیکن عقل، حصول علم و آگہی کا آخری ذریعہ نہیں ہے، اس لیے عقل کا دائرہ جہاں ختم ہوتا ہے، وحی کا دائرہ وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ وحی الٰہی ہمیں ماورائے عقل وحواس کے علوم ومعارف، تعلیمات وہدایات، اور خالق ارض وسماء کی رضامندی اور ناراضی سے آگاہ کراتی ہے، لیکن علم کا یہ ذریعہ ہر کس وناکس کو حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا انتخاب خالص آسمانی ہوتا ہے، عبادت وریاضت، اتباع واطاعت سے اس مقام تک رسائی ممکن نہیں : **الله أعلم حيث يجعل رسالته** اس لیے اللہ عزوجل نے اپنی رسالت ونبوت یعنی وحی کے لیے برگزیدہ اعلیٰ ترین انسانی ہستیوں کا انتخاب کیا، اور اپنی خاص حفاظت وصیانت میں ان کی تربیت کی، یہ ہستیاں اپنے حواس میں بھی باکمال ہوتی تھیں اور عقل وخرد کی دنیا میں بھی ان کے کمال پر کسی کو سبقت حاصل نہیں تھی، اور اس تیسرے ذریعہ ٔ علم ''وحی الٰہی'' نے انسانوں میں ان کو وہ مقام بلند عطا کیا، جو اُن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں تھا۔

ربّ کریم نے ضلالت وگمراہی کی مہیب وادیوں میں بھٹکنے والی انسانیت اور عقل وخرد کی پیچ دار گتھیوں میں الجھنے والے فرزند

آدم کی رہنمائی اور راہ حق کی جانب اس کی راہ یابی کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو مبعوث فرمایا، ان کی ذات کو اُسوہ اور آئیڈیل کے طور پر پیش کیا، ایک لاکھ سے زیادہ وحی الٰہی سے متصف ہستیاں قافلہ انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مختلف زمانوں اور مقامات پر اللہ عزوجل نے مبعوث فرمائیں، اپنے اپنے اوقات میں انہوں نے درس ہدایت دیا، خالق سے دور مخلوق کو اس کے قریب کیا، اعلیٰ قدروں کی تعلیم دی، مکارم اخلاق سے آراستہ کیا، عقل کی صحیح رہنمائی کی، لیکن ایک نبی کے رخصت ہو جانے کے بعد پھر طاغوت اپنا اثر دکھاتا، اور نبوی تعلیمات پر غفلت اور جہالت کا غبار چھانے لگتا، آسمانی شریعتیں انسانی عقل کی خرد برد کا شکار ہو جاتیں، انسانی شیطانوں کے ہاتھوں آسمانی کتابیں بھی تغیر اور تبدیلی سے محفوظ نہ رہ پاتیں **یُحرّفُون الکلِمة عن مواضعه ونسوا حظا مما ذکروا به** ''اور پھر خدا اپنا کوئی فرستادہ بھیجتا جو غفلت و جہالت کے غبار کو ہٹا کر از سر نو انسانوں کو اصل اور حقیقی سبق یاد دلاتا، اور مخلوق کو خالق سے آشنا کراتا، یوں یہ سلسلہ قافلہ انسانیت کی رہنمائی کرتا ہوا صدیوں تک سرگرم سفر رہا :

صدیاں گزر گئیں کہ زمانہ سفر میں ہے

آخر وہ وقت آن پہنچا جب عالم انسانیت اپنے شباب کی عمر میں داخل ہو گیا، اب اس کو کامل و مکمل ہدایت اور قانون کی ضرورت تھی، اللہ کا آسمانی قانون جس کا نام اسلام ہے کامل و مکمل شکل میں انسان کی حاجت و ضرورت بن گیا، اور ربّ لطیف و خبیر سے زیادہ اس کو کون جاننے والا تھا، اس لیے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رشد و ہدایت اور ان کے آئیڈیل اور نمونہ کے طور پر اللہ عزوجل نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دین اسلام کو کامل شکل عطا فرمائی، اپنی نعمت کو آپ کے ہاتھ پر مکمل فرمایا: **الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ..**

اللہ تعالی نے آپ کو دنیائے انسانیت کے لیے کامل اُسوہ اور نمونہ بنایا ''**لقد کان لکم فی رسول اللّٰه اُسوۃ حسنه**'' اس لیے آپ کے اقوال وافعال، آپ کی ہر ادا، ہر تعلیم، اور آپ کے اخلاق و کردار کو محفوظ فرما دیا، آپ کو ہر اعتبار سے فضیلت کا تاج پہنایا گیا، جسمانی حسن و جمال میں بھی کوئی آپ کا ثانی نہیں :

حسنِ یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند ، تو تنہا داری

روحانی عظمت وارتقا کے اس مقام تک آپ پہنچے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق بن گئے، غرض محمد رسول اللہ کی صورت میں بنی آدم کو وہ بیش بہا نعمت میسر آئی، جس کا قول و عمل، فکر وفہم، خُلق و کرم، حتی کہ ایک ایک ادا اور حرکت قابل تقلید ہے، ایک ہستی بھی آج دنیا میں ایسی موجود نہیں جس کی زندگی کی تفصیلات اس دِقت و باریکی کے ساتھ محفوظ ہوں، جس طرح محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لمحہ اور گوشہ محفوظ ہے۔

جن لوگوں نے اس ذات کو اپنا اُسوہ اور آئیڈیل بنایا، انہوں نے آسمان عظمت وارتقا کے بام عروج پر دستک دی، اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ دنیا نے ہزارہا مصلحین کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا، اور آج دنیا جن کو اپنا رول ماڈل مانتی ہے، اور جن کی عقل و کمال کے گُن گاتی ہے، وہ روم کے فلاسفہ ہوں، یا یونان کے لیڈر، چین کا کنفیوشس ہو یا ہند کا بدھا، کسی کی زندگی مکمل نہیں، ہر ایک نقص کا شکار، اور نہ ان کی تعلیمات کی حفاظت کا بے لاگ اور مضبوط انتظام، لیکن اسی وقت فضل و کمال کی میزان میں محمد عربی کو رکھئے تو انسانی فضل و کمال کی ترازو جواب دے جاتی ہے:

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزیں دیگری

آج دنیائے انسانیت نے، خصوصا دنیائے اسلام نے اسوہ نبوی کی ڈگر سے ہٹ کر راہ اپنائی ہے، محمد عربی نے جس انفرادی اور اجتماعی ذہن وفکر کی تشکیل کی تھی، اس کی ڈور کو ہم نے ڈھیلا چھوڑ دیا، الحاد و بے دینی سے مزین مغربی تہذیب وتمدن اور غیر اسلامی

نظریات کے آہنی شکنجوں میں ہم کسے جا چکے ہیں، معاشی، سماجی اور سیاسی نظام کا جوزرّیں نمونہ اسوۂ محمدی نے ہمیں عطا فرمایا تھا، اس کو قصہ پارینہ سمجھ کر پس پشت ڈال دیا ہے، آج ہم نے دور جدید کے ریفارمرز اور سیاسی رہنماؤں کو اپنا آئیڈیل بنایا ہے، فلمی کریکٹرز کو ستارہ گردانا ہے، ظاہری چمک دمک سے آراستہ تہذیب کی نقالی کو ترقی کا نقطہ عروج تسلیم کرلیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج پوری انسانیت امن وسکون کو ترس رہی ہے، اخلاق اور اعلی انسانی اقدار کے عالمی پیمانے کے پرخچے اڑ گئے ہیں، کیونکہ ہم نے انسان کامل اور اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر ناقص فکر وتمدن کو اپنا رول ماڈل بنایا ہے، آج پوری عالمی انسانی برادری کو اگر کہیں سکون میسر آ سکتا ہے تو وہ صرف آغوش محمدی ہے، وہ "جسم کامل" جس کے حسن و جمال کی رعنائیوں کے سبب انسانی آنکھیں اصل اور حقیقی حسن و جمال سے آشنا ہوئیں، وہ "عقل کامل" جس کی نکتہ سنجیوں نے آفاق واَنفس کے راز آشکارا کئے، شاعر نے کہا :

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا، اور نکتہ وَروں سے حل نہ ہوا
وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ "انسان کامل" جو اپنے جسم و روح کے اعتبار سے ہر جسمانی اور روحانی میزان پر بال برابر بھی نقص کا شکار نہ ہوا، جس نے قافلہ انسانیت کو عظمت وسرفرازی کا وہ تمغہ عطا کیا جس سے وہ اب تک محروم تھا۔

ثبوتِ عظمت انسانیت ہیں
محمد مصطفیٰ ، انسانِ کامل

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں حیات جاوداں عطا ہو، ہم عالم سکوں کی فضاؤں میں پرواز کریں، اخلاق فاضلہ کی چاشنی سے مشام جاں کو معطر کریں، ہم دنیوی اور اُخروی حیات میں کامیاب و کامران ہوجائیں، تو اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنہ**، کہ ہم اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگ دیں، آیئے ہم عہد کریں کہ انسان کامل محمد مصطفیٰ کی اتباع اور اطاعت کرکے اپنی زندگی کے قافلے کو کامیابی وکامرانی کے ساحل تک پہنچائیں۔

وہ دانائے سُبل، خَتم الرُّسل، مولائے کُل ؐ جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قُرآں، وہی فُرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

نعت شریف

جناب ماہرالقادری مرحوم

رسول مجتبیٰ کہیے ، محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیا کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہوجائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہیے

مرے سرکار کے نقش قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمد کی نبوت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے، جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
مری آنکھوں کو ماہر چشمۂ آبِ بقا کہیے

وہی جام گردش میں لا ساقیا!

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب آفریں پیغام

مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی

اسلامی تقویم کا یہ مہینہ ربیع الاول اس حیثیت سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اسی ماہ کی ،صحیح قول کے مطابق ۹/تاریخ کو رحمت عالم، تاجدار رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی ماہ ربیع الاول میں ۱۲/تاریخ کو آپ ہجرت کر کے قبا پہنچے، تاریخ اسلام میں ہجرت کی بڑی اہمیت ہے، اسلام نے مکہ مکرمہ میں جنم لیا تو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اس کو تقویت ملی، سن ۱۱/نبوی میں مدینہ آنے والے چند حجاج سے منیٰ میں عقبہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان حضرات کو اسلام کی دعوت دی، جسے ان لوگوں نے قبول کیا، اگلے سال پھر ایک قافلہ آیا، حضرت مصعب بن عمیر اور عبد اللہ بن مکتوم کو ان کا معلم وامیر بنا کر بھیجا گیا، اور ان کی محنت سے مدینہ میں خوب اسلام پھیلا۔ اس کے بعد ستر افراد کا حج میں آنا ہوا، انھوں نے جمرة العقبہ میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی نصرت و حمایت کا عہد کیا، اس موقع پر حضرت عباس نے اہل مدینہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے شہر میں منتقل ہونا پورے جزیرۃ العرب اور خاص طور سے قریش سے جنگ مول لینے کے مرادف ہے، اگر تم مطمئن ہو کہ تحفظ کر سکو گے تو بہتر ہے، ورنہ ابھی ہجرت کا اقدام درست نہ ہوگا، اس پر حضرت براء بن معرور نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر پر زور نصرت وحمایت کا وعدہ کیا اور یہی سب کا اقرار تھا، جن کی تعداد ۷۵/تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

فبايعوني على السمع والطاعة، في النشاط والكسل، والنفقة في العسر واليسر، وعلى الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وأن لا تخافوا في الله لومة لائم، وعلى أن تنصروني، فتمنعوني إذا قدمت عليكم، مما تمنعون منه أنفسكم وأزواجكم وأبنائكم ولكم الجنة.

آؤ مجھ سے معاہدہ کرو کہ تم ہر حال میں میری بات سنو گے اور مانو گے، چاہے چستی ہو یا سستی، اور خرچ کرو گے چاہے تنگی ہو یا آسانی، اور بھلائی کی تلقین کرو گے، برائیوں سے روکو گے، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرو گے، اور میری مدد کرو گے، اور میرے آنے پر میری حمایت و حفاظت اس طرح کرو گے، جس طرح اپنی بیویوں اور اولاد کی حمایت اور حفاظت کرتے ہو، اور تم کو جنت ملے گی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اُخوت کے ذریعہ ایک معاشرتی انقلاب پیدا کر دیا، عربوں کا معاشرہ ایک قبائلی نظام پر مبنی معاشرہ تھا، جہاں قبیلہ کے افراد کی طرف داری اور جانب داری اصل تھی، عرب یہ نہیں دیکھتے تھے کہ حق پر کون ہے، ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔ بلکہ وہ اپنے قبیلہ کے افراد کی آنکھ بند کر کے حمایت کرتے تھے، آپ نے اس قبائلی حمیت وعصبیت کی جگہ اخوت کی بنیاد رکھی، جس میں ایک مہاجر کو ایک مدنی کے ساتھ

جوڑ دیا گیا، اور مدینہ کے باشندوں نے اعلی ظرفی اور بلند کرداری اور جود وسخا کا ایسا نمونہ پیش کیا، کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے اس وصف کے سراپا تھے، ارشاد ہے:

یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما أوتوا، ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان به خصاصة)۔(سورۃ الحشر:)

وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کے یہاں آتے ہیں اور جو کچھ انہیں ملے وہ اپنے دلوں میں اس کے بارے میں ذرا بھی احساس نہیں کرتے، اور باوجود اپنی تنگی اور فاقہ کشی کے ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جس نظام اور دستور کو نافذ کیا گیا، وہ پوری دنیا کے تمام نظاموں سے بالاتر تھا، چنانچہ اس کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا، جو برائیوں سے پاک تھا، جہاں جھوٹ، مکر وفریب، چوری اور بدعنوانی اور ظلم وجور ناپید تھا، جہاں اخوت ومحبت اور عدل ومساوات کا بول بالا تھا، ایک ایسا معاشرہ جس نے عربوں میں انقلاب برپا کردیا، اور جو ایک دوسرے کے دشمن تھے وہ حق کے پیرو بن گئے اور باطل کے دشمن ہو گئے، آپس میں غم گساری، ہمدردی، یگانگت، اتحاد اور یکجہتی کا دور دورہ ہوگیا۔

آج پھر دنیا اسی دور جاہلیت کی ڈگر پر جا پڑی ہے، بلکہ آج کی مہذب دنیا نے تو اس دورِ کی جہالت کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے، اور ایک قدم اس سے آگے بڑھ گئی ہے، اس معاشرہ میں بہت سی ایسی برائیاں تھیں، جن کو کچھ افراد بہر حال برا سمجھنے والے تھے، آج معاشرہ میں ایسی برائیاں اپنی جڑیں مضبوط کرچکی ہیں، کہ ان کے بارے میں نہ کسی کو ان کے خاتمہ کی فکر ہے، اور نہ ہی ان کی شناعت لوگوں کے دلوں کے اندر کوئی فکر اور تڑپ پیدا کرتی ہے، پورا معاشرہ ناسور بن چکا ہے اور جس کا علاج دور دور تک نظر نہیں آتا۔

آج کا تعلیمی نظام ایک کمرشیل ڈھانچہ ہے، جہاں اخلاق و اقدار ناپید ہیں، ہر طالب علم کے سامنے بس ایک مقصد ہوتا ہے حصول دولت اور کسب معاش، چنانچہ معاشرہ میں مواساۃ وہمدردی اور عدل وانصاف کا وجود مٹ گیا ہے، اسلام نے تعلیم کو جہل کے خاتمہ اور انسانیت سازی کا اہم ذریعہ قرار دیا تھا، اور اس علم کا تعلق خالق کائنات سے جوڑا تھا، آج کل علم انسان کو نفسانیت اور مفادات سے جوڑتا ہے، جو چیزیں انقلاب کا ذریعہ تھیں، وہ اب قوموں کو پیغام موت دیتی ہیں۔

اس لئے آج پھر سے تعلیمات نبوی کو عام کرنے اور مکی و مدنی معاشرہ کو آئیڈیل بنانے کی ضرورت ہے۔ آج کے دیمک زدہ معاشرہ کے لئے اگر اس کی فکر نہ کی گئی، اور اگر دلوں میں اس کی اصلاح کے لئے تڑپ نہ پیدا کی گئی، تو بعید نہیں کہ باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو، اپنی ہوس اور نفس پرستی کا شکار بنائے، بلکہ حقیقت تو یہ کہ ایسا ماحول وجود میں آچکا ہے، انسانیت خوں خوار اور آدم خور حیوان کا روپ اختیار کرچکی ہے، اور جو کچھ ملتا ہے صحیح اور غلط، ہضم کرتی چلی جاتی ہے، حلال وحرام کا امتیاز مٹ چکا ہے، سود وزیاں کی خلیج پٹ چکی ہے، بڑے چھوٹے کا فرق مٹ چکا ہے، ساری اخلاقی اور روحانی قدریں فنا ہوچکی ہیں، اخلاق وکردار عنقا ہوچکے ہیں۔ بس ایک ہی دھن ہے، زیادہ سے زیادہ دولت کا حصول، اور سرمایہ داری کی ہوس۔

اس وقت اُسی انقلاب کی ضرورت ہے، جسے اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل دنیا میں برپا کیا تھا۔ آج پھر وہی نظام کارگر ہوسکتا ہے، اور پھر سے وہی نسخۂ کیمیا ان تمام مہلک امراض کا مداوا بن سکتا ہے۔

شراب کہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا



آپ آئے تو سب کو ملی روشنی

محسن انسانیت ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر خیر

مولانا محمد قمر الزماں ندوی

یہ ماہ ربیع الاول ہے، اس مہینہ کی بارہ تاریخ کی ایک خاص اہمیت اور مقام ہے، اس مہینے کی نسبت بہت اونچی ہے، اس نسبت ہی سے اس مہینے کی عظمت و رفعت اور فضیلت و اہمیت بڑھ جاتی ہے، وہ نسبت یہ ہے کہ اسی مہینے کی بارہ تاریخ کو آقائے مدنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیاسی زمین کی سیرابی کے لئے، سسکتی، بلکتی، دم توڑتی اور مرجھائی انسانیت کو تازہ دم کرنے اور حیات نو بخشنے کے لیے، اس دنیا میں تشریف لائے۔ یہ مہینہ، پوری دنیائے انسانیت کے لئے موسم ربیع اور فصل بہار ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ سلم کی بعثت سے پہلے انسانیت پر خزاں، پژمردگی اور بے حسی چھائی ہوئی تھی، ہر طرف ظلم وستم، جور و جفا اور زیادتی عام تھی، کون سی برائی تھی جس کا انسان رسیا اور عادی نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل انسانیت کا خون خود انسان پی رہا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد نبوت سے خالی عرصہ دراز کی وجہ سے شیطان کو موقع ملا، اس نے مختلف برائیوں اور بے حیائیوں کی راہیں ہموار کیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری دنیا برائی میں ڈوب گئی، اور خاص طور پر جزیرۃ العرب برائیوں اور بے حیائیوں کا اڈہ اور مرکز بن گیا۔ حرص وحسد، ہوس ونفس پرستی، جھوٹ، غیبت، دھوکہ دہی، ظلم وستم، لوٹ مار، قتل و غارت گری، شراب نوشی، بے حیائی، دختر کشی، لڑائی جھگڑے، جوا قمار اور کوئی بھی ایسی برائی نہ تھی، جو عرب میں نہ پائی جاتی ہو، گویا وہ لوگ درندوں سے بدتر ہو چکے تھے، اور شرک و بت پرستی کی آخری حد پر پہنچ گئے تھے، وہ خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما الصلوۃ والتسلیم نے ایک خدا کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا، اس کے صحن میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، ہر قبیلہ کا اپنا ایک بت اور معبود تھا۔ جہالت و نادانی کی یہ حالت تھی کہ ہر طاقت ور چیز کو وہ لوگ خدا سمجھ بیٹھے تھے۔ کچھ قبیلوں کے لوگ اپنی اولاد کو خرچ کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے، تو بعض قبیلے نوزائیدہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ بیت اللہ جس کا احترام زمانہ جاہلیت میں بھی سارے لوگ کیا کرتے تھے، اس کی مرکزیت کے باعث دوسرے خطے اور ممالک کے لوگ بیت اللہ اور حرم محترم کی زیارت کرنے آتے تھے، تو ان لوگوں میں بھی یہاں کی بت پرستی اور دوسری تمام برائیوں کا ذہن میں تصور نقش ہو جاتا تھا، وہ اس کی تقلید کرتے اور اپنے ملکوں اور خطوں میں اس کو رواج دیتے، اس طرح وہ برائیاں دوسرے حصوں میں پھیل گئیں۔

غرض کم وبیش بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پوری دنیا جہالت اور مختلف برائیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس طرح ڈوب گئی تھی کہ محسوس ہوتا تھا اب روشنی کی کوئی قندیل اور شمع یہاں روشن نہیں ہوگی، اور نیکی اور صلاح وتقویٰ نام قصۂ پارینہ بن جائے گا، تاریخ انسانیت کے کسی دور میں اس طرح کی ناامیدی نہیں ہوئی تھی۔

نگاہ قدرت اِن چیزوں کو دیکھ رہی تھی، اسے اپنے بندوں پر بہت ترس آیا، اور کیوں ترس نہ آئے، اسے اپنے بندوں سے ہزار

ماؤں سے بھی زیادہ پیار اور ممتا ہے، انسان کو اسی طرح راہ حیوانیت پر چھوڑ دینا، ان کی شان رحیمی کے خلاف تھا، اس لئے یکا یک رحمتِ الٰہی میں جنبش ہوئی، اور نبی رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کی ہدایت کے لئے، اور انسانوں کو انسان بنانے کے لیے مبعوث فرمایا۔ مشہور قول ہے کہ آپ کی ولادت ۲۳/ اپریل ۵۷۱ عیسوی اور ۱۲/ ربیع الاول کو ہوئی۔ آپ عام ماحول سے ہٹ کر پلے بڑھے اور آپ کی تربیت الٰہی اور ربّانی تربیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **أدّبَـنِی رَبّی فأحسن تأدیبی** ، میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور کیا ہی خوب ادب سکھایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر عزیز کی چالیس بہاریں مکمل ہوگئیں، تو اللہ تعالیٰ نے غارِ حرا میں آپ کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ورسالت کے اس بار گراں کو سنبھالا، انسانوں کو حقیقی انسان بنانے کی ذمہ داری آپ نے قبول کی، امید وبیم کے ساتھ انسانی آبادی کی طرف لوٹے، وفادار بیوی نے ہر طرح ساتھ دیا، ابتدا میں بھی کچھ فدا کار اور جاںنثار ساتھ ہوئے، اور پھر اصلاح وتربیت اور ایمانی انقلاب کا ایسا سفر شروع ہوا کہ راہ حق میں ہزار خوف ناک رکاوٹیں پیدا ہوئیں، دعوت وتبلیغ کی مبارک راہوں کو روکنے کے لئے شیطان نے وسیع خندق حائل کئے، لیکن پھر اس ایمانی اور نورانی قافلے کو روکنے کی کسی میں ہمت اور طاقت نہ ہوسکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور محنت شاقہ اور شب وروز کی جدوجہد کے بعد عرب کے وہ بدّو اور ناہنجار راہ یاب ہوئے، بلکہ رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن گئے اور ایسے اصحاب ایمان ویقین بن گئے کہ جن کو دیکھ کر قیامت تک آنے والی نسلیں ضلالت وگمراہی سے نجات پاسکتی ہیں، اور ہدایت کے دروازے اپنے لئے وَا کرسکتی ہیں۔

خود نہ تھے جو راہ پہ اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ہم یہ کہہ سکتے ہیں بلکہ پورے یقین وایمان کے ساتھ کہنا چاہیے، کہ خدا کی بنائی ہوئی اس کائنات پر جس ذات کے احسانات سب سے زیادہ ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھٹکتی انسانیت کو راہ راست دکھائی، اور آپ ہی کے ذریعہ دنیا کو اللہ کی صحیح معرفت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شب روز کی محنت سے انسانوں کی بستی آباد ہوئی، انسانیت کو معراج حاصل ہوئی، اور ہر طرح کے فضائل سے اسے آشنائی نصیب ہوئی۔ آپ کی تعلیمات نے ہر طبقہ کو فائدہ پہنچایا۔ عقیدۂ توحید کی نعمت سے محروم لوگوں کو آپ نے اس نعمت سے سرفراز کیا۔ آپ کی دعوتِ توحید سے لوگوں کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف دور ہوا، اور نئی قوت، نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی، اور اسی اللہ کو نافع اور ضار سمجھا جانے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وحدت انسانی کا تصور دیا ورنہ پوری دنیا ٹکریوں میں بٹی ہوئی تھی اور فرسودہ خیالات کی بنا پر لوگ چھوٹی چھوٹی ذات وطبقات اور قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو احترام انسانیت کا سبق اور پاٹھ پڑھایا، ورنہ اس سے پہلے انسانیت کا وجود بالکل بے قیمت اور بے وزن ہوکر رہ گیا تھا، مانوتا، مروّت، شرافت اور اخلاقی قدریں ناپید تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بدوؤں کو تہذیب وتمدن اور اسلامی اور انسانی ثقافت وتمدن سے آشنا کرایا، اس سے پہلے وہ تہذیب وتمدن، ثقافت و مدنیت اور شرافت وشائستگی سے نابلد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ اپنے مقصد زندگی سے ناآشنا تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو مقصدِ زندگی سے واقف کرایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احسانات، جن سے بنی نوع انسان کو (لوگوں کو) صحیح اور درست رہنمائی ملی اور جس سے ان کی زندگی میں ایمانی اور نورانی انقلاب برپا ہوا، ان کو اختصار سے ہم یوں بیان کرسکتے ہیں:

"صاف اور واضح عقیدۂ توحید، انسانی وحدت و مساوات کا تصور، انسانیت کے شرف اور انسان کی عزت و سربلندی کا اعلان، عورتوں کی حیثیت عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی، ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیات انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد وافتخار کی آفرینش، دین و دنیا کا اجتماع اور حریف و برسرجنگ انسانی طبقات کی وحدت، دین وعلم کے درمیان مقدس دائمی رشتہ کا قیام واستحکام اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کر دینا، علم کی تکریم وتعظیم اور اسے بامقصد مفید اور خدا رسی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود، عقل وشعور سے دینی معاملات میں کام لینے، فائدہ اٹھانے اور آفاق و انفس میں غور وفکر کی ترغیب، امت اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی و رہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق وکردار اور خیالات ونظریات کے احتسابات، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا، اور عالمگیر اعتقادی وتہذیبی وحدت کا قیام" (مستفاد نبی رحمت ص ۶۴۴)

یہ خاتم الانبیاء کے امت پر چند احسانات ہیں جن کو یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو شمار کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ یہ وہ احسانات ہیں جن کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔

آج پھر دنیا جاہلیت قدیمہ کی طرف لوٹ رہی ہے، لیکن نئے رنگ وروپ اور نئے آہنگ کے ساتھ، پھر جاہلیت کی روایات کی طرف رواں دواں ہے جس سے پیارے آقا صادق ومصدوق نے امت کو نکالا تھا۔ آج ضرورت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو زندہ کریں۔ آپ کے احساسات سے دنیا کو روشناس اور واقف کرائیں اور ان پر عمل کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت کا احیا کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلوۃ وسلام اور درود کا اہتمام کریں۔ یہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین قدردانی ہوگی اور ماہ ربیع الاول کے پیغام وپیام کو ماننا سمجھنا اور تسلیم کرنا شمار ہوگا۔

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر اک عروج میں پنہاں زوال ہے

ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم کے شاہکار نعتیہ کلام پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں :

محمد مصطفیٰ محبوبِ داور ، سرورِ عالم
وہ جس کے دم سے مسجودِ ملائک بن گیا آدم
کیا ساجد کو شیدا جس نے مسجودِ حقیقی پر
جھکایا عبد کو درگاہِ معبودِ حقیقی پر
دلائے حق پرستوں کو حقوقِ زندگی جس نے
کیا باطل کو غرقِ موجۂ شرمندگی جس نے
غلاموں کو سریرِ سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایا
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے
غرورِ نسل کا افسون ، باطل کر دیا جس نے
وہ جس نے تخت اوندھے کر دئے شاہانِ جابر کے
بڑھائے مرتبے دنیا میں ہر انسانِ صابر کے
دلایا جس نے حق انسان کو عالی تباری کا
شکستہ کر دیا ٹھوکر سے بت سرمایہ داری کا
محمد مصطفیٰؐ مہرِ سپہر ِ اوجِ عرفانی
ملی جس کے سبب تاریک ذروں کو درخشانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں، مؤذن کی اذانوں میں
وہ جس کے معجزے نے نظم ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا ، بے سہاروں کا سہارا ہے

وہ نورِ لم یزل جو باعث تخلیق ِ عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اِسمِ اعظم اِسم اعظم ہے



کیا مسافر تھے...!

جناب عرفان خلیلی

سنہ ۳ ہجری

دشمنوں کی اڑائی ہوئی یہ افواہ کہ، توبہ توبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، آناً فاناً مدینہ منورہ میں پھیل جاتی ہے، مسلمانوں کے گھروں میں کہرام مچ جاتا ہے، لوگ حسرت و یاس کی تصویر بنے ہوئے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں، پوری فضا غم واندوہ میں ڈوبی ہوئی ہے۔

''کیا یہ بات صحیح ہے کہ اللہ کے آخری نبی شہید ہو چکے ہیں؟'' حالات تاریخ سے سوال کرتے ہیں۔

''مجھے تو یہ صرف پروپیگنڈہ معلوم ہوتا ہے''۔ تاریخ بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیتی ہے۔

''تو پھر کیوں نہ اُحد تک چل کر حقیقت حال معلوم کر لی جائے۔'' واقعات نے ایک تجویز پیش کی۔

''مناسب ہے'' تاریخ واقعات کی طرف رخ کر کے جواب دیتی ہے۔ اور کچھ تیز قدموں کے ساتھ اُحد کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ دونوں رفیق بھی اس کے ہمراہ ہو جاتے ہیں۔

راستے میں ایک صحابیہ 'امّ ایمن' ملتی ہیں، جو اس وحشت ناک خبر کو سن کر تڑپ اٹھی تھیں۔ ان کا چہرہ اندرونی بے چینی اور دلی اضطراب کی عکاسی کر رہا ہے۔ یہ دیوانہ وار پورے جوش کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اُحد کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ اُس طرف سے آتے ہوئے ایک شخص نے آپ کو پہچان کر ہمدردانہ لہجے میں کہا:

"اے ام ایمن! تمھارے والد جنگ میں شہید ہو گئے''۔

''یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے؟''

ام ایمنؓ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص آتا ہوا ملتا ہے، وہ بھی از راہ ہمدردی یہ اطلاع دیتا ہے "تمھارے شوہر مار ڈالے گئے''۔

اُمّ ایمن اپنے خیالات میں اتنی کھوئی ہوئی ہیں کہ اس کی بات کی طرف توجہ تک نہیں دیتیں، اور پھر یہی سوال کرتی ہوئی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ جاتی ہیں۔

''رسول اللہ کیسے ہیں؟''

میدانِ کارزار نزدیک آجاتا ہے، لوگ اُمّ ایمنؓ کو پہچان کر اُن کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

ایک شخص درد بھرے لہجے میں کہتا ہے: ''اے اُمّ ایمن! تمہارا بھائی سینے پر برچھی کھا کر اللہ کو پیارا ہو گیا''۔

اُمّ ایمن کی نظریں اِدھر اُدھر کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔

''خدا کے بندو! یہ تو بتاؤ، رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟'' اُمّ ایمنؓ کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے ہیں۔

''میرے کانوں نے بڑی منحوس خبر سنی ہے، میرے منہ میں خاک، زبان سے وہ بات نہیں نکلتی جو میں نے سنی ہے''۔ انھوں نے رُک رُک کر دریافت کیا۔

''رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں....''

مگر کہنے والے کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُمّ ایمن جھٹ سے بول اٹھیں۔ ''جب سرکار زندہ ہیں، تو مجھے کوئی غم نہیں کسی عزیز کے مرنے سے بھی میں غمگین نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے ساری مصیبتیں ہیچ ہیں:

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں، ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

تاریخ حیرت سے اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا منہ تک رہی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ والہانہ محبت، اور یہ ایمانی جرأت دیکھ کر تاریخ انگشت بدنداں ہے۔تھوڑی دیر تک وہ اِسی طرح سکتے کے عالم میں خاموش کھڑی رہتی ہے اور پھر آگے بڑھ جاتی ہے۔

سامنے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم محترم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کے پاس کھڑے ہیں۔ظالموں نے ان کی لاش کو بڑی بے دردی کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، اور ایسا مسخ کیا ہے کہ پہچاننا بھی دشوار ہے۔

زبیر ابن عوامؓ آتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہیں"یارسول اللہ!''

''کیا ہے زبیر؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گلوگیر آواز میں دریافت فرماتے ہیں۔

''امی جان آئی ہیں'' حضرت زبیرؓ بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں۔''ماموں جان کی لاش دیکھنا چاہتی ہیں''

''لاش کی یہ حالت دیکھ کر وہ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکیں گی'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھاتے ہوئے فرمایا:''اُن سے کہو کہ واپس چلی جائیں؟''

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان نبوی، اپنی والدہ ماجدہ کو پہنچا دیتے ہیں۔

''بیٹے حضور سے جا کر عرض کرو کہ بھائی کی لاش کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے وہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔'' حضرت صفیہ نے حضرت زبیر سے کہنا شروع کیا۔''لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ سب خدا کی راہ میں ہوا ہے، اس لیے صابر و شاکر ہوں اور انشاء اللہ اس آزمائش میں بھی پوری اتروں گی''۔

حضرت زبیرؓ والدہ کا پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے ہیں، آپ آنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔حضرت صفیہ تشریف لاتی ہیں۔اور رنج و غم کی تصویر بنی ہوئی، بھائی کی مثلہ کی ہوئی لاش کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں، فرط جذبات سے ہونٹ کانپنے لگتے ہیں، مگر پاس اطاعت سے زبان خاموش ہے، آنکھوں سے چند آنسو ٹپک کر پتھریلی زمین میں جذب ہو جاتے ہیں۔

تاریخ اطاعت گزاری کے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے، آخر کار جب اُس سے ضبط نہ ہو سکا، تو وہ آنسو خشک کرتی ہوئی مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔

نعت شریف

نغماتِ ازل بیدار ہوئے پھر بربطِ دل کے تاروں میں
تکبیر کی آوازیں گونجیں یثرب کے حسیں کہساروں میں

اے رشکِ مسیحا، فخر زماں، تو ہی ہے علاجِ دردِ نہاں
مجھ کو بھی پلا داروئے شفا، میں بھی ہوں ترے بیماروں میں

اُس شانِ کرم کا کیا کہئے، .. دنیا کو مسخر جس نے کیا
یہ وصف کہاں شمشیروں میں، یہ بات کہاں تلواروں میں

مستانہ ہواؤں کے جھونکے، نذرانہ عقیدت کا لائے
شبنم کے گہر تقسیم ہوئے، کچھ پھولوں میں کچھ خاروں میں

پھولوں کی زباں پر ذکر ترا، غنچوں کے لبوں پر مدح تری
اے حسنِ ازل کے شیدائی، چرچا ہے ترا مہ پاروں میں

مومن کی نگاہوں میں فطرتؔ، کہسارِ عرب ہے رشکِ جناں
پھولوں کا تبسم رقصاں ہے، فردوس بداماں خاروں میں

محمّد حسین فطرت بھٹکلی



نفقۂ مطلقہ
عقل وانصاف کی روشنی میں

مفتی محمد عبداللہ قاسمی دارالعلوم حیدرآباد۔ موبائیل:8688514639

دشمنانِ اسلام نے روزِ اول سے اسلام اور مسلمانوں پر ذہنی وفکری یورش ویلغار کا سلسلہ جاری رکھا ہے، یہ لوگ ہر زمانہ میں اپنی تخریب پسندانہ کاروائیوں کے ذریعہ دین اسلام کی ضیاپاش روشنی کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں، اسی حقیقت کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے :

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مسلمانانِ ہند پر فکری وتہذیبی یلغار

مسلمانانِ ہند بھی گزشتہ کئی دہائیوں سے اس تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہیں، اکثریت کی جانب سے مسلمانوں پر مسلسل فکری وتہذیبی یلغار جاری ہے، اصلاح اور ہمدردی کے دل نواز نعروں کے پردے میں مسلمانوں کے سماجی وعائلی نظام میں بے جامداخلت کی جارہی ہے، خاص طور پر برسر اقتدار حکومت کے ذریعہ خواتین کے حقوق کے تحفظ نام پر قرآن وحدیث کی صریح تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، انہی کوششوں کی ایک کڑی مطلقہ کو تا نکاح ثانی نفقہ دینے کا مسئلہ ہے۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ آئینی اختیارات سے تجاوز

چنانچہ حال ہی میں ہندوستان کی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ نے یہ رائے دی کہ مطلقہ عورت، عدت گزارنے کے بعد دوسری شادی تک سابق شوہر سے نفقہ لینے کی حق دار ہوگی، واضح رہے کہ 1986ء میں شاہ بانو کیس میں بھی اسی نوعیت کا فیصلہ سنایا گیا تھا، جسے مسلمانوں کے منظّم اور ملک گیر احتجاج کے بعد واپس لینا پڑا تھا، افسوس کہ گزشتہ سال سپریم کورٹ نے پھر یہی غیر شرعی فیصلہ دہرایا ہے، واقعہ یہ ہے کہ عدالت نے اس طرح کا فیصلہ سنا کر قانون کی تشریح کرنے کے بجائے قانون سازی کا راستہ اختیار کیا ہے، جو کہ اس کے دائرہ اختیار سے خارج ہے، یہ فیصلہ مسلم پرسنل لا میں کھلی مداخلت بھی ہے، اور اقلیتوں کے دستوری حقوق کی خلاف ورزی بھی۔

نفقۂ مطلقہ کے بارے میں اسلام کا موقف

اسلامی تعلیمات کے مطابق ازدواجی رشتہ قائم ہونے کے بعد عورت کے تمام ضروری اخراجات بشمول خوراک، رہائش، لباس، علاج ومعالجہ اور دیگر بنیادی ضروریات کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، پھر جب طلاق کے ذریعہ یہ رشتہ منقطع ہوجاتا ہے تو عدت کے دوران (جو عام حالات میں تین ماہواری یعنی تقریباً تین ماہ، یا حمل کی صورت میں وضع حمل تک ہوتی ہے) عورت کے اخراجات کی ذمہ داری بدستور سابق شوہر پر ہوتی ہے، عدت کی تکمیل کے بعد شرعی لحاظ سے سابق شوہر پر عورت کے نفقہ کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے، کیوں کہ اب زوجیت کا رشتہ باقی نہیں رہتا، یہ اسلام کا ایک متوازن اور فطرت سے ہم آہنگ نظام ہے جس میں فریقین کے حقوق وفرائض کا مکمل خیال رکھا گیا ہے۔

تین بنیادی نکات

ہم اس موضوع پر تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے

ہمیں تین بنیادی نکات کو سمجھنا ہوگا :

(۱) اسلام نے مطلقہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سابق شوہر پر کیوں نہیں رکھی؟ اس کے پس پردہ حکمتیں کیا ہیں؟

(۲) اگر مطلقہ عورت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری سابق شوہر پر ڈالی جائے تو اس کے کیا معاشرتی نتائج برآمد ہوں گے؟

(۳) طلاق کے بعد جب عورت ظاہری اسباب کے اعتبار سے دوسروں کی دست نگر اور محتاج ہو جاتی ہے تو اسلام نے اس کے مالیاتی مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا نظام بنایا ہے؟ اب ہم ترتیب وار مندرجہ بالا نکات پر روشنی ڈالتے ہیں:

مطلقہ کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سابق شوہر پر کیوں نہیں؟

شرعی اصول کے مطابق جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے محبوس ہو کر اس کے کاموں کو انجام دے رہا ہو تو اس کے تمام اخراجات اس شخص پر یا اس ادارہ پر واجب ہوتے ہیں جس کے لیے وہ کام کر رہا ہے، یہ صرف اسلامی اصول نہیں، بلکہ ایک فطری اور قابلِ قبول قانون ہے جو ہر سماج اور معاشرہ میں رائج ہے، مثال کے طور پر ملازمین کی تنخواہیں حکومت یا کمپنیوں پر واجب ہوتی ہیں، خواہ ملازم غریب ہو یا امیر، خدمت گزاروں کی مزدوری ان کے آجرین پر لازم ہوتی ہے، اور اس میں ملازم اور نوکر کی معاشی حالت اثر انداز نہیں ہوتی؛ بالکل اسی اصول پر نکاح کے بعد عورت شوہر کے گھر کی حفاظت کرتی ہے، بچوں کی پرورش کرتی ہے، شوہر کے مال ودولت اور عزت وآبرو کی نگہبانی کرتی ہے، گھریلو ضروریات پوری کرتی ہے، لہٰذا جب تک مرد وعورت کے مابین نکاح کا رشتہ قائم ہے، عورت کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے، لیکن جب رشتہ زوجیت ٹوٹ جاتا ہے تو عورت اب شوہر کے گھر کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جاتی ہے، وہ اپنی مرضی سے کاروبار کر سکتی ہے، دوسری شادی کر سکتی ہے، وہ مکمل خودمختار ہوتی ہے۔ اس صورت میں جیسے برطرف ملازم کی تنخواہ بند ہو جاتی ہے، جیسے معاہدہ ختم ہونے پر نوکر کی مزدوری ختم ہو جاتی ہے؛ بالکل اسی طرح رشتہ زوجیت ختم ہونے کے بعد سابق شوہر پر نفقہ کی ذمہ داری بھی ختم ہو جانی چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ملازمت ختم ہونے کے بعد بھی مزدور کو تنخواہ دینے کا مطالبہ کرتے ہیں؟ کیا ہم معاہدہ مکمل ہونے کے بعد بھی اجیر کو مزدوری دیتے رہتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر صرف نکاح کے معاملے میں یہ دوہرا معیار کیوں؟ آخر اس بیچارے شوہر کا کیا قصور، جس کے سر آپ مطلقہ عورت کا نان ونفقہ اور اس کے سارے اخراجات زبردستی ڈال رہے ہیں؟ یہ نہ صرف عقل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، بلکہ فطری اصولوں کی بھی کھلی خلاف ورزی ہے، اسلام نے عدت تک نفقہ کا حکم دے کر ایک متوازن راستہ اختیار کیا ہے، جس میں نہ عورت کا حق ضائع ہوتا ہے، نہ مرد پر غیر معقول بوجھ ڈالا جاتا ہے۔

نان ونفقہ کی ذمہ داری سابق شوہر پر ڈالنے کے نقصانات

اگر مطلقہ عورت کے نان ونفقہ اور اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری سابق شوہر پر ڈال دی جائے تو اس کے گہرے نفسیاتی، معاشرتی اور قانونی اثرات مرتب ہوں گے، اور خاندانی نظام ایسے ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار ہوگا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم مندرجہ ذیل سطور میں مطلقہ عورت کا نان ونفقہ اور اس کے تمام اخراجات سابق شوہر کے ذمہ ڈالنے کے کچھ نقصانات بیان کرتے ہیں:

(الف) گھریلو تشدّد کا خطرہ

نفسیاتی اعتبار سے شوہر جو پہلے ہی رشتہ زوجیت ختم کرنے پر مجبور ہو، عورت کی حرکتوں سے نالاں ہو، اس کے طرزِ عمل سے پریشان اور کبیدہ خاطر ہو، ایسی صورت حال میں اس پر مسلط کیا گیا اضافی مالی بوجھ اس کے دل میں عداوت ودشمنی کے جذبات مزید بھڑکانے کا کام کرے گا، اور مکافاتِ عمل اور انتقامی کارروائی کرنے پر آمادہ کرے گا، جس کی وجہ سے وہ قانونی طریقہ کار یعنی (طلاق) کے بجائے غیر قانونی راستے اپنانے پر مجبور ہوگا، اور اس کا لازمی نتیجہ عورت پر ظلم اور گھریلو تشدد کی صورت میں نکلے گا، معاشرتی سطح

پر یہ اقدام نہ صرف میاں اور بیوی کے رشتہ کو متاثر کرے گا، بلکہ خاندانی نظام میں بھی مزید عدم استحکام پیدا کرے گا حالاں کہ موجودہ نظام میں نفاذ قانون کے موجودہ ادارے پہلے ہی گھریلو تشدد کے واقعات روکنے میں ناکام ہیں، اور عورت کو حقیقی تحفظ فراہم کرنے کے لیے ان قانونی اداروں کے پاس کوئی ٹھوس نظام موجود نہیں ہے، اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ قانون درحقیقت عورت کے مسائل کا حل پیش کرنے کے بجائے اس کے لیے حالات کو مزید دشوار بنا دے گا اور نت نئے گھریلو مسائل میں اضافہ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

(ب) نکاح کی شرح میں کمی

طلاق کے بعد بھی شوہر پر عورت کے نان ونفقہ اور تمام اخراجات کی ذمہ داری ڈالنے کی پالیسی کا سب سے گہرا اور واضح اثر یہ ہوگا کہ نکاح کی شرح میں نمایاں کمی واقع ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں طلاق کا عمل غیر ضروری طور پر پیچیدہ اور مشکل ہوگا، نیز طلاق کے بعد بھی مالی ذمہ داریوں کا خوف لوگوں کو نکاح سے دور کرے گا، اس کا نتیجہ معاشرے میں جنسی بے راہ روی اور اخلاقی انارکی کی صورت میں نکلے گا، مغربی معاشرے میں اس کے واضح ثبوت موجود ہیں، جہاں طلاق کے قوانین انتہائی پیچیدہ اور یک طرفہ ہیں، اور مردوں پر غیر معقول مالی بوجھ ڈالا گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں شادی کی شرح خطرناک حد تک گر گئی ہے، آبادی میں مسلسل کمی ہوتی جا رہی ہے، آزادانہ جنسی تعلقات عام ہو گئے ہیں، خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے قوانین معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں، اور انسانی فطرت کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناکام ہو جاتے ہیں۔

(ج) سابق شوہر کا مالی استحصال

طلاق کے بعد عورت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ڈالنے کا قانون بعض بدطینت اور غیر شائستہ رویہ کی حامل خواتین کو غلط راستہ پر ڈال سکتا ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ ایسی عورتیں جان بوجھ کر ایسا رویہ اپنائیں کہ شوہر طلاق دے دے، پھر وہ نفقہ کی آمدنی سے مطمئن ہو کر بیٹھی رہیں، اور سابق شوہر کی خون پسینہ کی کمائی سے زندگی بھر مفت کی روٹیاں توڑتی رہیں۔ اور دوسری شادی کرنے کی صورت میں نئے گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا جو بوجھ ہوگا اور سابق شوہر سے مفت کی ملنے والی معاشی سہولت ختم ہوگی؛ اس لیے وہ دوسری شادی سے گریز کریں۔ عملی طور پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض خواتین تو اعلانیہ اپنے آشنا کے ساتھ عدالتوں میں حاضر ہو کر نفقہ کا مطالبہ کرتی ہیں، جس سے سابق شوہر شدید ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتا ہے، آپ بتائیں کہ موجودہ قانونی نظام میں اس استحصال کو روکنے کے لیے کیا کوئی مؤثر ضابطہ موجود ہے؟ اس طرح کی کھلے عام مفسدانہ حرکتیں کرنے والی خواتین کے لیے ہمارے ملک میں کیا کوئی سزا کا نظام پایا جاتا ہے؟

(د) ناجائز تعلقات پیدا ہونے کا امکان

اگر طلاق کے بعد بھی عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری سابق شوہر پر عائد کی جائے گی، تو اس سے ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دونوں فریق کے درمیان غیر ضروری روابط قائم ہوں گے، ان کی آمد ورفت بڑھے گی، میل جول میں اضافہ ہوگا، اور زیادہ راہ ورسم پیدا ہونے کے نتیجے میں حرام تعلقات کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں، یہ صورت حال اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے، کیوں کہ اسلام نے نکاح کے بغیر مرد وعورت کے تمام تعلقات کو سختی کے ساتھ منع کیا ہے، اسلام صرف زِنا ہی نہیں؛ بلکہ اس کے اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دیتا ہے، ایسے تمام وسائل جن سے فحاشی کو فروغ ملے، ان سے بچنے کا حکم دیتا ہے؛ لہٰذا عدت کے بعد بھی نفقہ کی غیر معقول اجازت، درحقیقت سماج میں فحاشی کے دروازے کھولنے کے مترادف ہوگی، اور معاشرے میں اخلاقی بگاڑ کا سبب بنے گی۔

اسلام میں مطلقہ عورت کا معاشی تحفظ

چوں کہ موجودہ قانون کی رو سے مطلقہ عورت کے تمام

اخراجات کی ذمہ داری سابق شوہر پر ڈالنے پر زور دیا جاتا ہے، اور طلاق دینے والے شوہر کو واحد ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے، تو اس حوالہ سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام نے ایسی مطلقہ عورت کو معاشی تحفظ سے محروم نہیں رکھا، بلکہ اسلام نے عورت کی کفالت اور اس کے ضروری اخراجات کی ادائیگی کے لیے ایک جامع نظام وضع کیا ہے جس کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) عام طور پر میاں بیوی کے مابین علاحدگی کے وقت مہر کی صورت میں ایک خطیر رقم عورت کو ملتی ہے جسے وہ کاروبار یا دیگر جائز ذرائع میں لگا کر اپنی معاشی ضروریات پوری کر سکتی ہے

(ب) نکاح کے بعد بھی عورت کا اپنے خاندان سے تعلق برقرار رہتا ہے، شریعت نے خاندان کے دیگر افراد مثلاً والدین، بھائیوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں پر عورت کی کفالت کی ذمہ داری عائد کی ہے، جس سے اسے معاشی سہارا ملتا ہے۔

(ج) اگر مطلقہ عورت کے ساتھ چھوٹے بچے ہوں تو بچوں کے باشعور اور سمجھ دار ہونے تک ان کی پرورش اور تمام اخراجات کی ذمہ داری سابق شوہر پر ہوتی ہے، جس میں بچوں کے ساتھ ساتھ عورت کی رہائش اور دیگر ضروریات بھی شامل ہیں۔

(د) اسلام نے مطلقہ عورت کو دوبارہ نکاح کی ترغیب دی ہے، جس سے اسے نئے سرپرست کی صورت میں معاشی تحفظ میسر آتا ہے، اس سلسلے میں عورت کے سرپرستوں کو اس کی رہ نمائی اور مدد کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

(ہ) اسلامی معاشرہ میں زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کا ایک مربوط نظام موجود ہے جس میں ضرورت مند مطلقہ عورتیں بھی مستحقین میں شامل ہیں، مال دار افراد کو ان کی تعاون کی خاص ترغیب دی گئی ہے۔

لہٰذا یہ دعویٰ کہ طلاق کے بعد عورت کو معاشی تحفظ نہیں ملتا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے، اسلام نے ایک متوازن نظام وضع کیا ہے، جو نہ صرف مطلقہ عورت کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے؛ بلکہ بلا وجہ سابق شوہر پر بوجھ ڈالے بغیر معاشرتی انصاف کو یقینی بناتا ہے، اور یہ نظام عورت کی عزت و وقار کے ساتھ ساتھ معاشرہ کے استحکام کا بھی ضامن ہے۔

نعت شریف

عبدالرب حمّاد پُھلتی

احکامِ خداوندی کا فرمانِ مکمل
اللہ کا قانون ہے قرآن مکمل

دل جس کا ہوا حبِّ محمد سے شرابور
اس کو ہی ہوا دین کا فیضان مکمل

وہ جوش شجاعت سے بھرے حضرتِ حمزہ
وہ دین محمد پہ تھے قربان مکمل

وہ ارض مقدس ہے جو محبوب کا مسکن
اس باغ مدینہ کی ہے کیا شان مکمل

ظلمت کے اندھیروں کو زمانے سے مٹا کر
آقا نے ہمیں بخشی ہے پہچان مکمل

دن رات تڑپتا ہوں درِ خاک نبی کو
ملتا ہی نہیں چین کسی آن مکمل

ہے خوف جہنم بھی نہاں سینے میں میرے
اور خلد میں جانے کا بھی ایقان مکمل

حمّادؔ کہوں میں میری اوقات ہی کیا ہے
بس نعت کہا کرتے تھے حسانؓ مکمل

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جب شرابوں میں ملیں

نئی نسل نشہ اور اسمیک کے حصار میں

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

نئی نسل، کسی بھی ملک کی معاشی، تعلیمی، اقتصادی اور سماجی فلاح و بہبود و ترقّی میں ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جوانی وہ عرصۂ حیات ہے؛ جس میں اِنسان کے قویٰ مضبوط، ہمّتیں جوان، اور حوصلے بُلند ہوتے ہیں۔ ایک باہمت جوان پہاڑوں سے ٹکرانے، طوفانوں کا رخ موڑنے اور آندھیوں سے مقابلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے؛ اسی لیے شاعر اسلام علامہ اقبال سمیت متعدد شعرا نے نئی نسل کو اپنی توقعات کا محور بنایا ہے اور براہ راست ان سے خطاب کرتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔ ایک موقع پر اقبال مرحوم اپنے رب سے یوں دعا کرتے ہیں:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے

ہم اگر ماضی پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہوگا کہ ایک زمانہ تھا جب اسکولوں، کالجوں میں کھیل کے میدان ہوتے تھے، جہاں کھیلوں کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے، اس میں ہر طبقے کے بچّے شامل ہوتے تھے، ان کھیلوں کے ذریعے صبر و برداشت، دوڑ دھوپ اور مقابلہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے تھے؛ مگر افسوس کہ آج ہمارے نوجوان جہد و عمل سے کوسوں دور انٹرنیٹ اور منشیات کے خوف ناک حصار میں جکڑے ہوئے ہیں، انہیں اپنے تاب ناک مستقبل کی کوئی فکر نہیں، وہ اپنی متاع حیات سے بے پرواہ ہوکر تیز گامی کے ساتھ نشہ جیسے زہر ہلاہل کو قند سمجھ رہے ہیں اور ہلاکت و بربادی کے گھاٹ اُتر رہے ہیں، اب سگریٹ وشراب نوشی کی وجہ مجبوری یا ڈپریشن نہیں ہے؛ بلکہ ہم عصروں اور دوستوں کو دیکھ کر دل میں انگڑائی لینے والا جذبۂ شوق ہے، جو نوجوانوں کو تباہ و برباد، ان کے زندگی کو تاریک و اندھیر، اور ان کی جوانی کو بہ تدریج کھوکھلا کرتا جارہا ہے۔

دوسروں کی دیکھا دیکھی ایک دو بار نشہ استعمال کرنے والا فرد کچھ عرصے بعد یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اسے نشہ ہر حال میں استعمال کرنا ہے پھر وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس کی تلاش، خرید اور استعمال میں صرف کر دیتا ہے اور چاہ کر بھی اس عمل کو روک نہیں سکتا، چاہے اس کی زندگی کے اہم معاملات (خاندان، اسکول، کام) بھی اس کی وجہ سے متاثر ہورہے ہوں۔ الا ماشاءاللہ

اسباب و وجوہات

بوڑھوں اور عمر رسیدہ افراد میں منشیات استعمال کرنے کی وجہ جو ہو سو ہو؛ مگر اکثر بچے اور نوجوان، والدین کی غفلت اور ان کے سرد رویے کی وجہ سے نشے کی لت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو غلط صحبت کا اثر انہیں لے ڈوبتا ہے۔ کبھی کبھی مسائل سے چشم پوشی اور حقیقت سے فرار حاصل کرنے کے لیے بھی نشہ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نسل فیشن کے طور پر سگریٹ نوشی یا دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کرتی ہے۔

ہمارے معاشرہ میں منشیات اور دیگر فواحش کے فروغ کی بنیادی وجہ مغرب کی اندھی نقالی اور غلامی کا مزاج ہے، اسلام کا مکمل علم نہ ہونے، اپنی دینی تعلیمات پر بصیرت واعتماد نہ ہونے اور روح کے بجائے مادے کو ترجیح دینے کے مزاج کی وجہ سے امت کی اکثریت مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب اور منکرات سے لبریز کلچر کی اندھادھند نقالی اور غلامی کررہی ہے۔اسی مغرب پرستی نے ہمارے سماج میں دیگر لعنتوں کے ساتھ منشیات کی لعنت کو بھی پروان چڑھایا ہے، اور یہ خمار اس وقت تک نہیں اترے گا جب تک نقالی اور غلامی کا مزاج ختم نہ ہوجائے۔

شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی بہتات کا ایک سبب ٹی وی پر دکھائے جانے والے مخربِ اخلاق پروگرام اور فواحش ومنکرات پر مبنی فلمیں ہیں۔ چوں کہ شراب نوشی اور کسی نہ کسی شکل میں نشہ خوری کے مناظر تمام فلموں میں پائے جاتے ہیں، اس لئے یہی چیز نوجوانوں میں منشیات کی لت پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

نشہ کا استعمال شریعت کی نظر میں

انسانی زندگی اللہ تعالی کا عطیہ اوراس کی گراں قدر نعمت ہے جس کی قیمت ہر فرد بشر پر عیاں ہے اوراس کی حفاظت ہر ہوش مند آدمی پر واجب ہے، اگر وہ اس کی ناقدری کرتے ہوئے اسے ضائع کرتا ہے یا اس کی حفاظت سے رُوگردانی کرتا ہے تو یہ اس نعمت کے ساتھ ناانصافی اور اللہ تعالی سے بغاوت کے مرادف ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کے زیاں پر شدید وعید سنائی ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالی تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ (النساء) ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔(البقرۃ) اسی طرح منشیات کی قباحت پر یہ آیت نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے: اے ایمان والو! بلا شبہ شراب اور جوا، بت اور پانسے، گندے اور شیطانی کام ہیں سواُن سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ (سورہ مائدۃ)

قرآنی آیات کے بعد نشہ کی حرمت کے سلسلہ میں ایک نظر نبوی تعلیمات پر بھی ڈالتے چلیں! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر قسم کی خمر حرام ہے۔(مسلم شریف) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے کہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کا ایک گھونٹ پینا بھی حرام ہے۔(ترمذی شریف) اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک خوبصورت عورت نے اپنے پاس شراب رکھی اور ایک بچہ کو رکھا اور ایک شخص کو مجبور کیا کہ وہ تین میں سے کم از کم ایک برائی ضرور کرے، یا تو وہ اس عورت کے ساتھ بدکاری کرے، یا اس بچہ کو قتل کردے، یا شراب پئے، اس شخص نے سوچا کہ شراب پینا ان تینوں میں کمتر ہے؛ چنانچہ اس نے شراب پی لی؛ لیکن اس شراب نے بالآخر یہ دونوں گناہ بھی اس سے کرالیے۔ (نسائی)

علامہ ابن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سگریٹ نوشی حرام ہے کیوں کہ یہ گندی چیز ہے اور بہت سے نقصانات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے کھانے پینے کی چیزوں میں سے پاکیزہ چیزیں ان پر حلال ومباح کی ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کیا ہے اور تمبا کو اپنی تمام قسموں سمیت پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں بلکہ گندی چیزوں میں سے ہے، اسی طرح تمام نشہ آور چیزیں بھی گندی چیزوں سے ہیں۔اس لیے تمبا کو نہ پینا جائز ہے نہ اس کی بیع وشراء اور تجارت جائز ہے، جیسا کہ شراب کی صورت ہے۔لہٰذا جو شخص سگریٹ پیتا ہے اوراس کی تجارت کرتا ہے، اسے جلد ہی اللہ تعالی کے حضور رجوع اور توبہ کرنا، گذشتہ فعل پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا چاہیے، اور جو شخص سچے دل سے توبہ کرے

اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو؛ تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس کے علاوہ سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت میں استعمال شدہ دولت بھی اسراف وتبذیر کے زُمرے میں آتی ہے؛ چناں چہ اللہ پاک فرماتے ہیں: بلا شبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔(بنی اسرائیل) اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتی کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا؛ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی، اور اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری، اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس پر عمل کیا کیا جو اس نے جانا۔ (ترمذی)

مختصر یہ کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال جسمانی اعتبار سے بھی مضر ہے، مالی ومعاشی حیثیت سے بھی تباہی کن ہے، اور سماجی واخلاقی نقطۂ نظر سے بھی سم قاتل ہے۔

نشہ کے طبّی نقصانات

نیوزی لینڈ میں ہونے والی ایک تحقیق کے دوران سر درد اور سگریٹ نوشی کے عمل کے درمیان گہرا تعلق دیکھا گیا ہے، ماہرین نے اپنی تحقیق میں (980) مردوں اور عورتوں کو شامل کیا جنہوں نے بتایا کہ انہیں (11) سے (13) سال کی عمر میں سر درد شروع ہوا، اور وہ اسی عمر سے سگریٹ نوشی بھی کر رہے ہیں۔ گزشتہ 15 سال سے سگریٹ نوشی کرنے والے ایک گروپ میں شامل افراد نے کہا کہ انہیں علم ہے کہ جب وہ زیادہ سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو سر درد بڑھ جاتا ہے۔ مذکورہ تحقیق سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ یہ اشیاء انسان کے لئے سمّ قاتل ہیں، اگر کوئی شخص ان کے نقصانات کو جانتے ہوئے ان کا استعمال کرتا ہے تو یہ خودکشی کے زمرے میں آتا ہے، اور خودکشی کی جو سزا شریعت میں متعین کی گئی ہے، وہ ہر مسلمان کے لیے ظاہر و باہر ہے۔

اس مناسبت سے منشیات کے کچھ طبی نقصانات بھی ذیل میں مذکور ہیں:

1: ان کے استعمال سے دانت خراب ہوجاتے ہیں اور منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔

2: ماہرین کے نزدیک تمباکو وغیرہ میں بے حد زہریلے اجزاء نکوٹین، فیرفورال، پاسٹریڈن وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ زہریلے اجزا انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور فاسد مادّے پیدا کرتے ہیں، ان کے استعمال سے خون کا رنگ متاثر ہوتا ہے، خون زردی مائل اور پتلا ہوجاتا ہے۔

3: اس سے عضلات کمزور اور ڈھیلے ہوجاتے ہیں۔

4: منشیات کے زیادہ استعمال سے جسم کے افعال میں بے ترتیبی پیدا ہوتی ہے، معمولی محنت سے انسان کی سانس پھولنے لگتی ہے، اس سے دل کا دس فیصدی کام بڑھ جاتا ہے، اور انسان کی عمر دس فی صد کم ہوجاتی ہے۔

5: اس سے پھیپھڑوں کے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں انسان کے سونگھنے کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔

6: اس کے استعمال سے معدہ آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپک دار مادّہ جمع ہوجاتا ہے، جو ان کی ساخت کو متاثر کرتا ہے، اس سے معدہ خراب اور بھوک کم لگتی ہے۔

7: تمباکو، سگریٹ، نسوار وغیرہ مسلسل لگاتار استعمال کرنے سے یہ سرطان کا باعث بنتے ہیں؛ بلکہ کینسر کی سترہ ایسی اقسام ہیں جن کی وجہ تمباکو کا استعمال ہے۔ اِن میں منہ، جلد، گلے، سینے، پھیپھڑے، معدے، مثانہ وغیرہ کا کینسر شامل ہے۔

8: اس کے استعمال سے بصارت وبینائی کم ہوجاتی ہے۔

9: اس کے استعمال سے انسان کے اندر چڑچڑا پن، غصہ، سستی، ضد، ڈر، خوف، بدمزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔

10: اس کا استعمال رعشہ، نزلہ، زکام کا بہت بڑا سبب ہے

خلاصۂ کلام

دراصل افراد، معاشرے کا سرمایہ ہیں، فرد کا زِیاں خاندان اور سماج کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ آج بحیثیت انسان اور مسلمان ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم معصوم بچوں اور نوجوان نسل کو نشے کی لعنت سے بچائیں۔ تمام مذہبی ادارے، اسکول و کالج، سماج سدھار تنظیمیں، NGO اور حکومتی سطح پر بھی یہ کام سرانجام دیا جانا چاہیے، یہ برائی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے، اور ہمیں معاشرے کو اس برائی سے بچانا ہے۔ آج یہ کام ہمارے لئے فرض عین کی شکل اختیار کر گیا ہے اور اس کے لئے ہم سب کو متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر آنا ہوگا تا کہ معاشرے کو اس لعنت سے پاک کر سکیں۔

یاد رہے کہ جب تک منشیات کے استعمال کو رواج اور بڑھاوا دینے والے اسباب و محرکات کا خاتمہ نہیں کیا جائے گا، اس کے سدّ باب کی سنجیدہ کوشش نہیں کی جائے گی، اس وقت تک اس مسئلے کو کنٹرول نہیں کیا جا سکتا، اور جب تک زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے ذمہ داران بالخصوص علمائے کرام وغیرہم منبر و محراب سے منشیات کی روک تھام کے لیے سنجیدہ کردار ادا نہیں کریں گے، اس وقت تک اس سنگین صورت حال پر قابو پانا مشکل ہے۔

یہ کس درجہ افسوس ناک بات ہے کہ سگریٹ سازی کی صنعت کو باقاعدہ قانونی حیثیت حاصل ہے؛ اور یہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کہ سگریٹ کی ڈبیہ پر ''خبردار! تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہے'' جیسا وعظ رقم کیا جاتا ہے؛ لیکن اس سگریٹ سازی کی صنعت کو روکنے یا اس کی خرید و فروخت کے حوالے سے کسی قسم کی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تمباکو نوشی، شراب نوشی، گانجہ اور چرس کے خلاف صرف ایک دن نہیں؛ بلکہ برس کے بارہ مہینے مہم چلائی جائے اور تمام طبقات بالخصوص میڈیا اور منبر و محراب منشیات کے سد باب کے حوالے سے اپنا کردار ادا کریں۔

لعلّ اللّٰہ یُحدِثُ بَعد ذٰلک أمرا

نعت پاک

جناب خمار بارہ بنکوی

فراق نبی میں جب آنسو بہائے
ستارے بہت دیر تک مسکرائے

محمد کا اعزاز اللہ اکبر
خدا اور بندے کے خود ناز اٹھائے

مرا دل ہے منسوبِ یاد نبی سے
شب غم سے کہہ دو کہیں اور جائے

شکن در شکن وہ محمد کے گیسو
محیط دو عالم وہ رحمت کے سائے

نظر میں بسی ہے بہارِ مدینہ
خزاں آ کے اب مجھ سے نظریں ملائے

خوشا حسنِ اخلاق شاہِ مدینہ
جو کافر تھے شرما کے ایمان لائے

خمارؔ اس کا بختِ رسا اللہ اللہ
مدینے پہنچ کر جو واپس نہ آئے



خبروں کی دنیا
News World

محمّدسعد ادریس قاسمی

بزم ولی اللّٰہی کے زیر اہتمام یوم آزادی کوئز کا انعقاد

جامعہ امام شاہ ولی اللہ کی انجمن ، بزمِ ولی اللّٰہی کے زیر اہتمام ۱۸/اگست کو یومِ آزادی کی مناسبت سے ایک شاندار کوئز مقابلہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں جامعہ کے طلبہ نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

تقریب کی صدارت مولانا وصی سلیمان ندوی نے فرمائی، جبکہ کوئز کے مرتب مفتی عاشق پھلتی ندوی نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ سوالات پیش کئے اور پروگرام کو مرتب کیا۔ اس موقع پر مولانا ذبیح الرحمٰن ندوی، مولانا راحت علی ندوی اور مولانا اسامہ حفیظ خان ندوی نے حکم کے فرائض انجام دیئے، جامعہ کے اساتذہ کی شرکت نے اس پروگرام کو باوقار بنادیا۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے صدر محترم مولانا وصی سلیمان ندوی نے کہا کہ آج کا دور مقابلہ جاتی امتحان کا ہے، اور بہت سے میدانوں میں کامیابی کے لئے معلومات کی فراوانی کی ضرورت ہوتی ہے، اس طرح کے پروگرام آج کی بڑی ضرورت ہیں، اور بزم ولی اللّٰہی نے اس جانب پیش قدمی کرکے وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس طرح کے پروگرام جگہ جگہ منعقد کئے جائیں، اور اس کا دائرہ کار بڑھایا جائے پروگرام میں حکم حضرات نے بھی اپنے تأثرات کا اظہار کیا۔

اس کوئز مقابلے میں عبدالسبحان نے اوّل، محمد سعد ساجد نے دوم اور محمد سعد حسن نے سوم پوزیشن حاصل کی، تمام کامیاب طلبہ کو کتب اور اسناد کی شکل میں انعامات سے نوازا گیا۔

پروگرام کا آغاز عبداللہ کی تلاوتِ کلام پاک اور عبدالرحمٰن کی نعت رسول ﷺ سے ہوا۔ نظامت کے فرائض درجہ عالیہ ثانیہ کے طالب علم انتساب الحق فریفتہ نے انجام دیئے۔

مولانا وسیم الحسن کاندھلوی کا انتقال پر ملال

شہر کاندھلہ کی ایک علمی و ادبی شخصیت معروف عالم دین مولانا وسیم الحسن صاحب، جو مولانا معراج الحسن ندوی کے والد محترم تھے، ماہ اگست کی تین تاریخ کو ان کے اس دار فانی سے اچانک رخصت ہونے کی اطلاع موصول ہوئی، مرحوم ایک باوقار اور باعمل شخص تھے، اور گوناگوں انسانی خوبیوں کے حامل تھے، ان کی زندگی خدمت خلق سے عبارت تھی۔ مولانا مرحوم، مشائخ کاندھلہ کے اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس کا شہرہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، اور جس کی دینی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے، وہ ذاتی طور ایک مرنجا مرنج، ہردل عزیز، نیک شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے، اور ان کا دائرہ احباب خاصا وسیع تھا، اس لحاظ سے ان کے انتقال کو بڑے پیمانے پر محسوس کیا گیا، اور عوام وخواص کی ایک بڑی تعداد نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ ۳/اگست کو بعد نماز عصر، عید گاہ کاندھلہ میں عالمی تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی نے پڑھائی تدفین میں کثیر تعداد میں علاقہ کے فرزندان توحید نے شرکت کی، تبلیغی جماعت کے اکابرین، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے ذمہ داران کے علاوہ، دار العلوم دیوبند سمیت بہت سے دینی مدارس کے ذمہ داروں نے ان کو باچشم نم رخصت کیا۔ جامعہ شاہ ولی اللہ پھلت سے شعبہ تنظیم وترقی کے ناظم حافظ محمد ادریس قریشی، مولانا وصی سلیمان ندوی، اور ماسٹر سعود صدیقی پھلتی شریک ہوئے، اور مولانا معراج الحسن کاندھلوی ندوی کو تعزیت مسنونہ پیش کی۔

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: اگر کسی شخص کو نمازی کے آگے سے گزرنا ہو تو اسے کتنی دور سے گزرنا چاہئے؟

ج: نمازی کے آگے اگر سترہ موجود ہو یا خود کوئی چیز رکھی گئی ہو یا سامنے ستون ہو تو سترہ کے آگے سے گزرا جا سکتا ہے۔لیکن اگر سترہ موجود نہ ہو اور چھوٹی مسجد یا کمرہ وغیرہ ہو تو نمازی سے لے کر دیوارِ قبلہ تک بیچ سے ضرورت شدیدہ کے بغیر گزرنا مکروہ ہے۔(الفتاوی الھندیۃ ۳۱۵/۵۔محشی) ہاں اگر بڑی مسجد، یا کھلا صحن ہو تو نمازی سے دو صف کے بقدر آگے سے گزرا جا سکتا ہے۔ بڑی مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے کہ مشرق سے مغرب کی جانب اس کی لمبائی چالیس ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو۔(سنن أبی داؤد، حدیث:۷۰۱، (باب ما نھی عنہ من المرور بین یدی المصلی)

س: اگر ایک ساتھ دو جنازے آجائیں تو ایسی صورت میں دونوں کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے گی، یا ایک ہی مرتبہ؟

ج: دونوں جنازے پر علاحدہ علاحدہ بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے اور ایک ساتھ بھی، البتہ اگر مرد وعورت کا جنازہ ہو تو امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائے گا، اس کے بعد عورت کا۔

ان شاء صلى عليهم دفعة وان شاء صلى لكل جنازة صلاة على حدة۔ وان اختلف الجنس وضع الرجل بين يدى الامام ثم المرأة (البحر الرائق)

س: پہلے سے صف میں بیٹھے ہوئے حضرات کو اٹھا کر بیٹھنا کیسا ہے؟

ج: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی دوسرے کو اٹھا کر اس جگہ خود بیٹھ جائے، اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے، بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مجلس سے اٹھے، اور پھر وہاں واپس آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے:

"إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع اليه فهو أحقّ به"

(سنن ابوداؤد:۴۸۳۵) **واللہ اعلم بالصواب**

س: غیر مسلموں کے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بعض دفعہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی آخری رسومات میں جانا پڑتا ہے، ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

ج: غیر مسلموں کے لئے استغفار اور ایصال ثواب تو قطعاً ناجائز ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں۔(سنن نسائی حدیث نمبر: ۲۰۳۷ کتاب الجنائز) اور اس کے بغیر بھی ان میں شرکت نامناسب ہے، البتہ اگر کسی خاص موقع پر مسلمان کا وہاں نہ جانا محسوس کیا جائے اور اس سے باہمی فاصلہ بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو پس ماندگان کی دلداری اور تسلی کی نیت سے جایا جا سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو ابو طالب کی وفات کے بعد ان کی تدفین کی ذمہ داری انجام دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔(اعلاء السنن ۲۸۲/۸۔باب ما یفعل المسلم اذا مات لہ قریب کافر)

س: ایک صاحب نے زید کو بزنس کے لئے پیسے دئے اور طے ہوا کہ آپ اپنی مرضی سے جو نفع دیں گے قبول ہوگا، دونوں فریق اس پر راضی بھی ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج: یہ طریقہ مضاربت کہلاتا ہے۔یعنی ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرے شخص کی محنت ہو اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔لیکن اس کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نفع کا تناسب بھی متعین ہو، مثلا یوں بات ہو کہ جو نفع ہوگا اس کا ۶۰ فیصد میں لوں گا اور چالیس فیصد آپ کو دوں گا، یہ صورت کہ اپنی مرضی سے جو بھی نفع چاہوں گا دے دوں گا درست نہیں۔ (ہدایہ:۲۵۸/۳)

آخری صفحہ

نبی ﷺ کی محبت، ایک قیمتی سرمایہ

حبّ نبوی امت مسلمہ کا بہت عزیز اور قیمتی سرمایہ ہے، آپ کی ذات کی محبت، آپ کے قول، عمل اور ہر چیز کی محبت، یہاں تک کہ آپ کے اہل بیت، آپ کے اصحاب، آپ کے شہر سے محبت، آپ کی گلی کے کتوں اور تنکوں سے عشق وعقیدت کا تعلق ایک مومن کی نہایت قیمتی متاع ہے، جو امت کی کامیابی اور پورے دین کے ساتھ اس کے تعلق کی ضامن ہے۔

افسوس ہے کہ کچھ یہودی اور اسلام دشمن تحریکیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کا عاشقانہ اور عقیدت مندانہ تعلق کاٹ دینا چاہتی ہیں اور اس کے لئے بڑی منظّم مہم چلا رہی ہیں، ان میں بڑی مہم یہ ہے کہ عصبیت کو ہوا دے کر اہل بیت کی محبت اور عقیدت کو لوگوں کے قلوب سے ختم کر دیا جائے اور بہت سے سیدھے پیارے اور بھولے بھالے مسلمان ان کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت حضرات کی محبت، عظمت اور ان سے عقیدت ایمان کا لازمی تقاضا ہے، امام شافعیؒ کا مشہور قول ہے: ''اگر اہل بیت حضرات کی محبت رفض ہے تو سارا عالم گواہ رہے کہ میں رافضی ہوں''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کے ہر فرمان پر جان نثار کرنے کا جذبہ ہو، آپ کے ارشادات کی قدر دانی ہو، اور ایک ایمان والے کو آپ کی آخری وصیت سے تعلق اور اس کا جس قدر احساس ہونا چاہئے وہ ہر ایک پر واضح ہے، اس لئے کہ آخری وصیت تو آدمی ان مخالفین کی بھی مان لیتا ہے اور اس کو پورا کرنا انسانی فرض سمجھتا ہے جن سے زندگی بھر اختلاف رہا ہو، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل دین کی اطلاع دے دی گئی اور یہ آیت نازل ہوگئی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کیا اور اپنا احسان تمام کیا، اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل یقین ہوگیا کہ امت کے ساتھ یہ میرا آخری خطبہ ہے اور اس کے بعد اپنی امت سے مجھے اجتماعی خطاب کا موقع نہیں ملے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کے آخر میں جو کلمات ارشاد فرمائے وہ عام طور پر سیرت کی ہر کتاب میں موجود ہیں، تمام حاضرین سے آپ نے سوال فرمایا: **ألا ھَل بلّغتُ** (کیا میں یہ پیغام آپ سب تک پہنچا چکا، اور میں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی) تو سب نے کہا: **بلیٰ** یارسول اللہ (بے شک یارسول اللہ، آپ پہنچا چکے) اس وقت پیارے آقا نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور اپنے خدا کو گواہ بنا کر **اللھم اشھد، اللّھم اشھد** (اے اللہ تو گواہ رہنا) فرمایا، پھر اجتماعی طور پر امت کو اپنی آخری وصیت سپرد کی۔ آپ نے فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب. تم میں سے جو یہاں موجود ہے اس کو چاہئے کہ غیر موجود لوگوں تک یہ پیغام پہنچا دے

بہت سی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی آخری کلمات تھے جو اجتماعی طور پر آقا نے اپنی امت سے ارشاد فرمائے۔

اس کے نتیجہ میں اس کے مخاطب صحابہ کرام نے آپ سے محبت کا اور اس وصیت سے اپنے تعلق کا حق ادا کر دیا اور خوب ادا کیا، اسی لئے زبان نبوت سے ان کے لئے یہ ارشاد فرمایا گیا:

اصحابی کالنجوم، بایّھم اقتدیتم اھتدیتم.

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی اقتدا کرلو گے ہدایت یاب ہوجاؤ گے

انہوں نے اس آخری وصیت کا حق اس طرح ادا کیا کہ جس کی اونٹنی کا جدھر رخ تھا وہ اسی سمت نکل کھڑا ہوا۔ اکثر لوگ اپنے گھروں کو اطلاع تک دے کر نہیں گئے کہ ہم کہاں جارہے ہیں، انہوں نے یہ سمجھ کر کہ ہمارے محبوب آقا کا ہم سے مطالبہ کیا ہے اور آپ ہمیں کیا وصیت فرمارہے ہیں پوری دنیا کا سفر کیا، کوئی چین گیا، کوئی افریقہ پہنچا اور کوئی ہندوستان آیا، کوئی کہیں گیا اور کوئی کہیں۔ اور پھر وہیں ان کی قبریں بنیں، اس طرح انہوں نے پیارے نبی کا اور ان کی وصیت کا حق ادا کردیا۔

کیا اس واقعہ میں ہمارے لئے بھی کوئی سبق ہے...؟؟

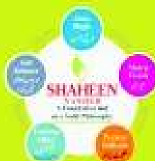
مولانا محمّد کلیم صدیقی



SHAHEEN GROUP OF INSTITUTION'S

SHAHEEN ACADEMY

Hassapur, Waghi Road, Near Bypass, NANDED.



Alhamdulillah Heartiest Congratulations to our

NEET-24 TOPPERS



Sheema Firdous
AIIMS NAGPUR



Fariha Iram
AIIMS HYEDRABAD



Md Azhan Juned
GMC MUMBAI



Vedant Ausekar
LTMC MUMBAI



Iram Fatema
BJMC, PUNE



Masira Firdous
TILAK MC MUMBAI



Adiba Khanam
COOPER MUMBAI



Md Shahebaz
GMC AKOLA



Mohammed Uzair
GMC, MUMBAI



Aaliya Aymen
GMC, MUMBAI



Sufiyan Ahmad
GMC, NANDED



Hafsa Begum
GMS NANDED



Md. Umar Farooq
GMC, NANDURBAR



Hajra Naheed
GMC, NANDED



Ayesha Siddiqua
GMC, YEVATMAL



Bibi Ayesha
GMC, ADILABAD



Mahvish Siddiqui
GMS YADADIRI



Faizan Ansari
IGMC NAGPUR



Md Sumama
GMC PARBHANI



Mohd Nawaz
GMC, HINGOLI



Maliha Gouher
GMS WASHIM



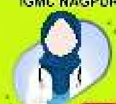
Fatema Junaid Shaikh
GMC, JALANA



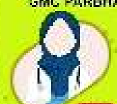
Sayyad Arshad
GMC, AMBAJOGAI



Barira Momin
RGMC AMRAVATI



Sadiya Kulsum
GMC NANDED



Tuba Aqsa
GMC YAVATMAL



Md Noman
VNMC YAVATMAL



Md Zakariya
NKPS MC NAGPUR



Rimsha Fatema
TMC KARJAT



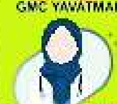
Amatullah Ammara
IIMSR JALNA



Tazeen Fatema
IIMSR JALNA



Samiya Fatema
IIMSR JALNA



Dhuha Siddiqui
VIMSRC BENGALURU



Shaikh Aayesha
IIMSR JALNA



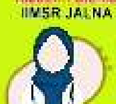
Shweta Ausekar
DUP MC JALGAON



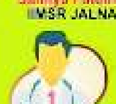
Quazi Haseebuddin
JUMMC HUBBALLI



Umme Ammara
IIMSR JALNA



Afshan Afreen
TMC NAVI MUMBAI



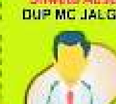
Hafiz Arsalan Khan
IIMSR JALNA



Shaikh Sulaim
IIMSR JALNA



Khan Sana
PMC PARBHANI



Sk Ateeb Adnan
PMC PARBHANI



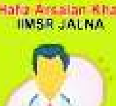
Fauzia Itequa
IIMSR JALNA



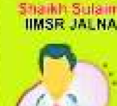
Ansari Fadiya
IIMSR JALNA



Zarfeen Anam
IIMSR JALNA



Md Shaheryar
FIMS KADAPPA



Abdul Rafe
NIMRA VIJAYWADA



Fariha Tamkeen
PRIMS WARANGAL



Shaikh Nameera
VRKMC HYDERABAD



Syed Md Zeeshan
DMC HYDERABAD



Shaikh Kaifoddin
AL-FALAH FARIDABAD



Talha Adeel
AIIMS HYDERABAD



Hassan Khan
NIMS JAIPUR



Shubhank Yutekar
PMC LUCKNOW



Aalim Siddiqui
JS University, Kyrgyzstan



Tahura Fatema
EGYPT

R.N.I. No. 66710/93
Postal Registration No.
UP/BR-196/2024-2026
Date Of Posting 28 before every Month

Armughan-E-Waliullah
Phulat, Muzaffar Nagar- 251201

VOLUME :33 ISSUE:9 SEPTEMBER: 2025

PRINTED AND PUBLISHED BY MOHD. IDREES QURESHI AT DELUX PRESS, RAJ MARKET, MUZAFFARNAGAR FOR JAMIAT SHAH WALIULLAH, AT PHULAT, DIST. MUZAFFARNAGAR (EDITOR: WASI SULEMAN NADWI)